الجامع الفريد

مجموعه ٨ رسائل

مؤلفات

مجدد الدعوة الإسلامية شيخ الإسلام

الإمام محمد بن عبدالوهاب التميمي رحمه الله

١١١٥هـ - ١٢٠٦هـ

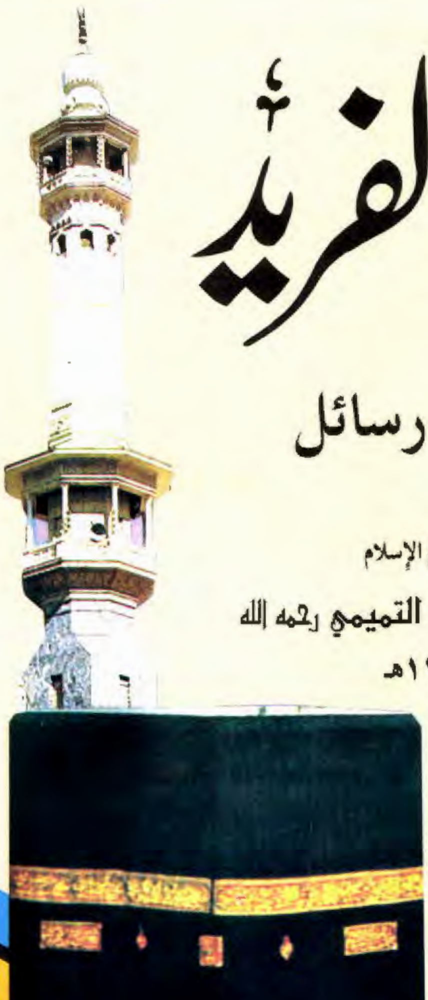

اردية

125

مركز توعية الجاليات بالقصيم
FOREIGNERS GUIDANCE CENTER IN GASSIM ZONE
BURAYDAH P.O.BOX 142 TEL: 063249980 FAX: 063243414

مختاراتْ مِن

الجامع الفريد

مجموعه ٨ رسائل

كشف الشبهات	مسائل الجاهلية
تفسير كلمة توحيد	معنى الطاغوت
احكام الصلوٰة	نواقض الاسلام
اربع قواعد من قواعد الدين	العقيدة الطحاوية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات امام الدّعوۃ

شیخ الاسلام والمسلمین، علم العلماء المجاہدین، امام الدعوۃ السّلفیہ، ناصر السنۃ النّبویہ، قامع البدعۃ الشنیعہ، الصابر فی المحنۃ، الثابر علی العبادۃ، احد مجددی العصر، محدثِ زماں، فقیہِ دوراں، محمّد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمّد بن احمد بن راشد بن برید بن مشرف بن عمر بن معضاد بن ریس بن زاخر بن محمّد بن علوی بن وہب التمیمی ہیں، یہ نسبت نجدِ کبریٰ کے ایک قبیلہ کی طرف ہے۔

ولادت

آپ شہر عیینہ میں جو مملکتِ سعودیہ کے دارالسلطنت ریاض کے شمال کی طرف واقع ہے، ۱۱۱۵ھ میں علم وفضل کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد الشیخ عبد الوہاب بن سُلیمان رحمہ اللہ علم وفضل اور نیک خلق جیسی صفاتِ حسنہ سے متّصف تھے جو آپ کو آبائی ورثہ میں ملی تھیں آپ کے جدِّ امجد شیخ سلیمان بن علی نجد کے رئیس العلماء تھے، علومِ دینیہ میں علماء وقت کے مرجع تھے، تصنیف وتدریس اور افتاء میں ماہر تھے۔ آپ نے مناسکِ حج پر ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔

تعلیم

امام الدعوۃ رحمہ اللہ نے اپنے پیدائشی شہر میں والدِ مکرم سے تربیت حاصل کی اور ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی کُتب پڑھیں، آپ کو بچپن ہی سے سلف کی کتابوں کے مطالعے کا بے حد شوق تھا، خاص طور پر شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اور اُن کے شاگردِ رشید علّامہ ابنِ قیّم رحمہ اللہ کی تصانیف کا بڑے شوق سے اور خُوب مطالعہ کیا۔

رِحلات

پھر سفرِ حج کو نکلے، یہ فریضہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں کے

مشائخ سے تعلیم حاصل کی جن میں خاص اور قابلِ ذکر ہستیاں یہ ہیں :

۱۔ شیخ عبداللہ بن یوسف نجدی
۲۔ شیخ عبداللہ بن ابراہیم
۳۔ شیخ محمد حیات السندی
۴۔ شیخ آفندی داغستانی
۵۔ شیخ اسماعیل عجلونی
۶۔ شیخ عبداللہ عفالقی احسائی
۷۔ شیخ محمد عفالقی احسائی

بصرہ میں ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا جن میں شیخ محمد المجموعی کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے اور شام میں شیخ عبداللہ بن عبداللطیف الشافعی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد نجد میں آ کر مطالعہ میں منہمک ہو گئے۔

مزاج و اخلاق

دُوسری باتوں اور حکایتوں کے بجائے آپ کی تصانیف آپ کی صحتِ مزاجی اور نیک خلقی کی صحیح ترجمان ہیں، کتاب التوحید ہی کو لیجئے کہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کس طرح سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مسائل بیان کیے ہیں، تعصب و عناد کی بُو تک نہیں ملتی۔ حاشاء اللہ من ذلک۔
حافظے کا یہ عالم تھا کہ دس سال کی عمر سے پہلے قرآنِ کریم حفظ کر لیا، ان کی ذکاوت و ذہانت سے آپ کے والد مکرم اور دوسرے شیوخ بہت متاثر تھے۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ نے کئی ایک مخالفوں کو آپ کے سامنے پیش ہونے پر مجبور کر دیا۔

دعوت

امام صاحب رحمہ اللہ نے مسائل توحید پر اور جو اس وقت شرکیہ رسوم مروج تھیں، ان کے متعلق علمائے عصر سے مباحثے کیے اور کئی علماء آپ کے ہم خیال ہُوئے، اسی طرح درس و تدریس اور خطبات و تقاریر سے عوام کو مائل الی الحق کیا، تصانیف سے علمائے کرام کو جمود اور کاہلی کے اندھیروں سے باہر نکالا، کئی اُمراء و شیوخ اور بعض اقارب کو خطوط لکھے جن میں دعوت الی اللہ کی وضاحت فرمائی اور شرک و بدعت کی بُرائیاں بیان کیں، محض زبانی گفتگو اور زورِ کلام سے نہیں بلکہ دلائل و

براہین سے اور دل نشیں جوابات اور ایسی عبارات سے جو علم و حکمت سے پُر ہوں اور ادب حلاوت کا نمونہ ہوں، آپ کی دعوت

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ	اے نبی اپنے رب کے راستے کی طرف
بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ	دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے
وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ	ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے
اَحۡسَنُ (النحل - ۱۲۵)	طریقہ پر جو بہترین ہو۔

کی عملی تفسیر تھی، حاسدین اور معاندین کے علاوہ آپ کی دعوت سے کسی کو اختلاف نہ تھا۔

جہاد

عہدِ طفولیت سے ہی آپ پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا جذبہ غالب تھا۔ اس مردِ مجاہد نے زبان و قلم اور پھر تلوار سے جہاد کیا، جلا وطنی اور ہجرت جیسی تکلیفوں سے بھی نہ بچ سکے۔ شرک و بدعت کے بہت سے مراکز کو ختم کیا اور بعض اُن درختوں کا استیصال بھی کیا جن کی پرستش ہوتی تھی۔

امام موصوف بہت عزم و ہمت کے مالک تھے چنانچہ زانیہ عورت کو رجم کی سزا دینے پر جب حاکم احساء و قطیف سلیمان بن محمد بن عبدالعزیز الحمید نے شیخ الاسلام کے خاص معاون امیر عیینہ عثمان بن معمر کو دھمکی دی اور وظیفہ وغیرہ اور امداد بند کرنے سے ڈرایا تو شیخ نے انھیں بایں الفاظ تسلی دی:

ان ھذا الذی اقمت به	جس چیز کو تم لے کر اُٹھے ہو اور جسکی
ودعوت الیه کلمة لا اله الا	طرف دعوت دی ہے وہ یقیناً کلمہ
الله وارکان الاسلام والامر	لا الٰہ الّا اللہ ارکانِ اسلام، امر بالمعروف
بالمعروف والنهی عن المنکر	اور نہی عن المنکر ہے اگر تم نے اس سے
فان انت تمسکت ونصرته	تمسک کیا اور اس کی نصرت کا بیڑا
فانّ الله سبحانه یظهرك	اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دشمنوں
علی اعدائك فلا یزعجك	پر غالب کرے گا اور سلیمان غم و تکلیف

سلیمان ولا یفزعك   میں نہ ڈال سکے گا۔

ظاہر ہے یہ توکّل اور پختگی اسی شخص کے اندر پائی جائے گی جس کے رگ و ریشے میں توحید سمائی ہوئی ہو، خوف کے ہر مقام میں صرف تقویٰ الٰہی اس کے دل میں موجزن ہو اور شرک و بدعت سے اس کا دم، لحم و شحم سب پاک ہو، جس پر اللہ کا خوف غالب ہو اس کا یہی حال ہوتا ہے کسی دوسری شخصیت کی ہیبت اس پر طاری نہیں ہو سکتی خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو، کیونکہ ؛

ماجعل اللہ لرجل من   اللہ نے کسی شخص کے دھڑ میں دو

قلبین فی جوفہ (الاحزاب-۴)   دل نہیں رکھے۔

ایسے توکّل کی مثال رسول اللہ ﷺ کا سچا محب اور صادق پیروکار ہی پیش کر سکتا ہے

سیرت و معمولات

امام الدعوۃ رحمہ اللہ سنّت کے حامی، بدعت کے ماحی، تفسیر و حدیث اور فقہ کے بہت بڑے عالم، علوم اور قواعد میں مہارتِ تامّہ رکھنے والے تھے، علل و رجال پر وسیع نظر تھی، اصولی و فروعی مسائل کے متعلق معلومات میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی زندگی صلاح، نیک سیرت اور طہارتِ باطنہ کی حامل تھی، ذکر و اذکار، عبادتِ الٰہی میں اکثر مشغول رہتے تھے، متواضع، رحم دل اور مہمان نواز تھے، دن میں کئی بار عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور علومِ عربیہ کے درس اور مجالس منعقد ہوتی تھیں، صابر، حلیم، غصہ پر قابو پانے والے تھے مگر دین کے بارے میں سخت اور غیر متعصّب ہے۔

عقیدہ و مذہب

آپ عقیدۃً اور عملاً سلفی تھے، خود اُن کی تصانیف اُن کے مذہب و عقیدہ کا تعارف کراتی ہیں، اسی کتاب التوحید کو دیکھئے، وہ عقائد بیان کیے ہیں جن پر سلف صالحین، صحابہ کرام و تابعین گزرے ہیں، صحیح بخاری کی کتاب التوحید اور کتاب التوحید لابن خزیمہ اور کتاب الایمان لابن مندہ اور کتاب اعتقاد السلف للبیہقی وغیرہ کے ابواب کا خلاصہ اور امام عثمان دارمی اور امام عبداللہ

بن الامام احمد وغیرہما کی کتابوں کا نچوڑ پیش کیا ہے، آپ محقق تھے، جامد مقلد نہیں تھے، کتاب و سُنت کے مقابلے میں کسی کا قول و فعل یا رائے اور قیاس کو حجت نہیں جانتے تھے بلکہ اس کے سخت خلاف تھے۔

خود شیخ رحمہ اللہ اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:

واومن بان نبینا محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین۔ (الدرر السنیہ ج۱ ص۲۹)	میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

وحق الانبیاء الایمان بھم وبما جاؤا بہ ..... وان محمد ﷺ خاتمھم وافضلھم۔ (الدرر السنیہ جلد۲ ص۸)	انبیاء علیہم السلام کا ہم پر حق یہ ہے کہ اُن پر اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اُس پر ایمان لایا جائے اور محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور سب سے افضل ہیں۔

شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اپنا اور اپنے اسلاف کا یہی عقیدہ بیان کرتے ہیں:

ونؤمن ان محمدا ﷺ خاتم النبیین والمرسلین (الھدیۃ السنیہ ص۹۱)	ہم اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں۔

تصنیفات

احکام الصلوٰۃ	الاصول الثلاثۃ وادلتھا
مختصر سیرۃ الرسول ﷺ	تفسیر کلمۃ التوحید
مختصر زاد المعاد	اربع قواعد من قواعد الدین
ھٰذہ مسائل	تلقین اصول العقیدۃ للعامۃ

الاصل الجامع لعبادة اللہ وحدہٗ

ستۃ مواضع من السیرۃ

مسائل الجاہلیۃ

نواقض الاسلام

فضل الاسلام

کتاب الکبائر

نصیحۃ المسلمین

اصول الایمان

تفسیر بعض سور القرآن

احادیث فی الفتن والحوادث

الرسائل الشخصیۃ

(جس میں ان خطوط کا تذکرہ ہے جو امام الدعوۃؒ نے مختلف اُمراء و ملوک کو لکھے)

مبحث الاجتہاد والخلاف

(۱۳۵ اشکال کا علمی جواب)

مختصر تفسیر سورۃ الانفال

بعض فوائد صلح الحدیبیۃ

الرد علی الرافضۃ

الخطب المنبریہ

فتاویٰ و مسائل

فضائل القرآن

تفسیر آیات القرآن الکریم

القواعد الاربع

مُفید المستفید فی کفر تارک التوحید

ستۃ اصول عظیمۃ مفیدۃ

رسالۃ فی توحید العبادۃ

شروط الصلوٰۃ وارکانہا وواجباتہا

احکام تمنی الموت

اربع قواعد تدور الاحکام علیہا (فقہ)

مختصر الانصاف والشرح الکبیر (فقہ)

مجموع الحدیث (۴ جلدیں۔ حدیث)

ثلاث مسائل

معنی الطاغوت و رأوس انواعہ

کشف الشبہات

وفات

آپ آخر وقت تک تبلیغ، درس، دعوت وارشاد میں منہمک رہے اور ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۰۶ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر عالمِ بقا کو روانہ ہو گئے۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ واسکنہٗ جنۃ الفردوس ورفع درجاتہ و رزقہ لذۃ النظر الی وجہہ الکریم۔

اولاد

وفات کے وقت شیخ رحمہ اللہ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے ۔

۱۔ حسین : المتوفیٰ ۱۲۲۴ھ یہ سب سے بڑے اور والد کے جانشین سمجھے جاتے تھے، درعیہ کے قاضی اور جامع مسجد کے پیشِ امام تھے، اُن کے بیٹے علی، احمد، حسن، عبدالرحمٰن، عبدالملک سب عالم باعمل تھے۔

۲۔ عبداللہ : المتوفیٰ ۱۲۳۳ھ : یہ صاحبِ علم اور لائق مصنف تھے، حسین کے بعد آپ ہی ان کے جانشین ہُوئے، بڑے مجاہد تھے، ۱۲۳۳ھ کے اواخر میں جیل میں شہادت پائی۔ آپ نے کتاب التوحید کی ایک شرح بھی لکھی تھی مگر نامکمل رہی، ان کی دُوسری تصنیف کتاب التوضیح عن توحید الخلاق ہے جو ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوچکی ہے، ان کے دو بیٹے سلیمان اور علی سقوطِ درعیہ کے وقت شہید ہُوئے۔

۳۔ علی : یہ بھی علم، زُہد اور تقویٰ میں ممتاز تھے، علومِ دینیہ پر کافی دسترس تھی، آپ کے لیے عہدہَ قضا پیش کیا گیا مگر تقویٰ نے اجازت نہ دی اور انکار فرما دیا، کم سنی میں فوت ہُوئے، آپ کے بیٹے محمد بن علی علم میں مشہور و معروف تھے، لوگوں کی علمی پیاس بُجھایا کرتے تھے۔

۴۔ ابراہیم : المتوفیٰ ۱۲۲۴ھ۔ یہ بھی صاحبِ علم تھے، کتاب التوحید درساً پڑھاتے تھے، عہدہَ قضا سے الگ رہے، ۱۲۲۴ھ میں وفات پائی۔

کتاب

کشف الشبہات

تالیف

مجدد الدعوۃ الاسلامیۃ شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ ـــــــــــ ۱۲۰۶ھ

ترجمہ و تفہیم

عطاء اللہ ثاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربّ کائنات آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ توحید صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نام ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کو دیکر اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ سب سے پہلے رسول حضرۃ نوح علیہ السلام تھے جو اپنی قوم کی طرف اُس وقت بھیجے گئے جب کہ انہوں نے وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جیسے صلحاء کے بارے میں غلو سے کام لیا اور آخری رسول رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اِن صلحاء کی مورتیوں کو توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا جو عبادت الٰہی کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے، حج کرتے، صدقہ وخیرات کرتے اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کیا کرتے تھے۔ لیکن بعض صالحین، ملائکہ، عیسیٰ اور مریم وغیرہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بناتے اور یہ کہتے کہ ہم ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان سے شفاعت چاہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی تجدید کریں اور بتائیں کہ یہ تقرّب اور اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ نہ تو کسی مقرّب فرشتے کا حق ہے نہ کسی نبی مُرسل کا۔ چہ جائے کہ کوئی اَور ہو۔ ورنہ یہ مشرک لوگ اقرار کرتے تھے کہ خالق اور رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ رزق، زندگی اور موت صرف اسی کے اختیار میں ہے، کائنات کے تمام امور کا انتظام وُہی کرتا ہے ساتوں آسمان اور ان کے اندر کی مخلوق اور ساتوں زمینوں اور ان کے اندر کی مخلوق سب اللہ تعالیٰ کی غُلام اور اس کے تصرّف اور غلبہ کے تحت ہے۔ اگر آپ اس کی دلیل چاہیں تو درج ذیل آیات کو پڑھیں اور غور کریں۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا
تَتَّقُونَ (سورۃ یونس: ۳۱)

(اُن سے) پُوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے۔ اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے۔ اور دُنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تُم (خُدا سے) ڈرتے کیوں نہیں۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) زمین اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) کس کا مال ہے؟

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

جھٹ بول اٹھیں گے کہ خُدا کا۔ کہو کہ پھر تُم سوچتے کیوں نہیں؟

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
سَيَقُولُونَ لِلَّهِ
قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ

(اِن سے) پُوچھو کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرشِ عظیم کا کون مالک ہے بے ساختہ کہہ دیں گے کہ (یہ چیزیں) خُدا ہی کی ہیں۔ کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ
وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ
قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ؟

(۸۹ - ۸۴ - ۲۳)
سورۃ المؤمنون:

کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) وُہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وُہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ فوراً کہہ دیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) خُدا ہی کی ہے کہو کہ پھر تم پر جادُو کہاں سے پڑ جاتا ہے۔؟

یہ بات ثابت ہوگئی کہ وُہ مندرجہ بالا آیات میں مذکور اشیا کا اقرار کرتے تھے اس کے باوجُود وُہ اس توحید میں داخل نہیں سمجھے گئے جس کی رسُول اللہ ﷺ نے دعوت دی تھی۔

اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ وُہ لوگ جس توحید کا انکار کرتے تھے وُہ توحید عبادت ہے جس کو ہمارے دُور کے مشرک "اعتقاد" کہتے ہیں۔ وُہ جہاں اللہ تعالیٰ کو پُکارا کرتے وہاں بعض لوگ فرشتوں کو بھی پُکارا کرتے تھے بایں معنیٰ کہ وُہ اللہ کے مقرب ہیں اور ہماری سفارش کریں گے۔ یا کسی صالح انسان کو پُکارتے جیسے لات وغیرہ یا کسی نبی کو پکارتے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسُول اللہ ﷺ نے اِسی شرک پر ان سے جنگیں لڑیں اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کی دعوت دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (۷۲-۱۸)

اور یہ کہہ کہ مسجدیں خاص خُدا کی ہیں تو خُدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (۱۳-۱۴)

سُودمند پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وُہ اِن کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے۔

یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے ان سے اس لیے جنگ کی کہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتے، جانور اسی کے نام پر ذبح ہوں، نذریں اسی کے نام کی ہوں۔ فریادیں اسی سے کی جائیں۔ نیز عبادت کی تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوں۔

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ توحیدِ ربوبیت کے اقرار نے ان کو اسلام میں داخل نہیں کیا۔ اور وُہ لوگ جو فرشتوں، نبیوں، یا ولیوں کا قصد کرتے تھے وُہ صرف ان کی سفارش کے ذریعہ قربِ خداوندی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی عقیدہ کی رُو سے ان کا مال مباح اور ان کو قتل کرنا حلال ٹھہرا۔ اب آپ کو اس توحید کا علم بھی ہوگیا جس کی دعوت انبیاء کرامؑ دیا کرتے تھے۔ لیکن مشرکین نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اسی توحید کو لا الٰہ الا اللہ میں سمو

دیا گیا ہے۔

مشرکین کے ہاں آلہٰ وہ ہے جس کی طرف مندرجہ بالا امور کی انجام دہی کے لیے رجوع کیا جائے۔ خواہ وہ کوئی نبی مرسل ہو یا فرشتہ۔ ولی ہو یا بزرگ۔ درخت ہو یا پتھر۔ قبر ہو یا کوئی جنّ وغیرہ۔

مشرکین۔ خالق، رازق، اور مُدبّر الامور ہونے کو آلہٰ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کو علم تھا کہ ان تمام اوصاف کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اُن کے ہاں آلہٰ کا مفہوم بالکل وُہی تھا جو آجکل کے مشرکین کسی کو السّید کے لقب سے یاد کر کے مفہوم لیتے ہیں۔

چنانچہ رحمتِ کائنات ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ ان کو کلمۂ توحید کی دعوت دی۔ یہ بھی یاد رہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے محض الفاظ کا اقرار نہیں بلکہ اس کا معنیٰ و مفہوم مُراد ہے۔

کافر جاہل بھی یہ جانتے تھے کہ کلمۂ توحید سے رسُول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ تعلق صرف اللہ تعالےٰ سے ہو اور اس کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے اس کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا جائے۔

اِسی لیے جب رسُول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو کہنے لگے،

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا	کیا اس نے اِتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی
اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (۳۸-۵)	معبود بنا دیا۔؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے

جب آپ کو معلوُم ہو گیا کہ جاہل کافر بھی کلمۂ توحید کو خُوب سمجھتے تھے تو اس شخص پر تعجب ہے جو اسلام کا مدّعی تو ہے لیکن وُہ کلمۂ توحید کی اِتنی تفسیر بھی نہیں جانتا جس قدر کہ جاہل کافر جانتے تھے۔ بلکہ یہ خیال کرے کہ دلی اعتقاد اور مفہوم سمجھے بغیر صرف الفاظ کا ادا کرنا ہی کافی ہے۔ اور ان میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا اور عقلمند شخص یہ سمجھتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ خالق، رازق اور کائنات کا انتظام کرنے والا صرف اللہ تعالےٰ ہے۔

تو ایسے شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جس سے بڑھ کر جاہل کافر بھی لاالٰہ الااللہ کے مفہوم کو زیادہ بہتر جانتے تھے۔

جب آپ نے میری مندرجہ بالا گذارشات کو سمجھ لیا اور اس شرک کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴ - ۴۸)

خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اس دین کو بھی جان لیا جسے عام انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرے گا اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ لوگوں کی اکثریت اس دین سے بے خبر اور جاہل ہے تو ان معلومات سے دو فائدے سامنے آتے۔

① پہلا فائدہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی اور مسرت ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (۱۰ - ۵۸)

کہدو کہ (یہ کتاب) خدا کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے)، تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

② دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے خوف اور ڈر کا حاصل ہونا۔ کیونکہ جب آپ یہ بات جان لیں گے کہ بعض اوقات انسان غیر شعوری طور پر بھی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اُسے کافر قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور جہالت کی وجہ سے اُسے معذور نہیں سمجھا جاتا نیز بعض اوقات وہ اس خیال سے بات کر جاتا ہے کہ اس کو وہ بات اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی جیسا کہ مشرکین سمجھتے تھے۔

خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے چند صالح اور عالم افراد کا قصّہ ذہن نشین

دیکھیے جن کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہا: کہ

اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (۷ - ۱۳۸) جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

تو اس وقت آپ کے دل میں عظیم خوف پیدا ہوگا اور یہ خواہش بھی پیدا ہوگی کہ آپ ایسی باتوں سے بچیں ۔ جن سے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے ۔

اس بات کو بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت و مصلحت سے جس نبی کو بھی توحید کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا تو اُس کے دشمن بھی کھڑے کر دیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶ - ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنّوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمّع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔

بعض اوقات دشمنانِ توحید علوم و فنون، کتب اور دلائل سے لیس بھی ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے ۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (۴۰ - ۸۳) اور جب اُن کے پیغمبر اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آتے تو جو علم (اپنے خیال میں) اُن کے پاس تھا اس پر اترانے لگے ،

جب آپ نے یہ جان لیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حائل ہونے کے لیے) اہلِ علم، فصیح و بلیغ اور دلائل سے مسلّح دشمن بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ پر واجب ہے کہ دین کا علم سیکھیں جو آپ کے پاس بطور ہتھیار ہو ۔ جس سے آپ ان شیطانوں کا مقابلہ کر سکیں جن کے پیشرو اور سردار نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہا تھا کہ :

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے

صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ

سیدھے رستے پر اُن (کو گمراہ کرنے) کیلئے بیٹھوں گا۔ پھران کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤنگا (اور اُن کی راہ مارونگا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گذار نہیں پاتے گا۔

لیکن جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے اور قرآنی دلائل پر غور و فکر کریں گے تو پھر کسی غم کھانے اور فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (۴-۷۶) شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔

موحدین کا ایک عام آدمی مشرکین کے ھزار علماء پر بھاری ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۳۷-۱۷۳) ہمارا لشکر غالب رہے گا۔

ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کا لشکر دلائل اور زبان سے غالب ہوتا ہے جیسا کہ وُہ تلوار اور نیزے سے غالب ہوتا ہے خطرہ تو اُس موحد پر ہے جو بغیر اسلحہ کے راہِ جہاد پر جا رہا ہے

اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتابِ مبین نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا ہے جس میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے اور مسلمانوں کے لیے اس میں ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔ باطل پرست جو بھی دلیل لائیں گے قرآن کریم میں اُس کا توڑ موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (۲۵-۳۳)

اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیجدیتے ہیں۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ ہر اُس دلیل کو شامل ہے جو اہل باطل قیامت تک لائیں گے۔

ہم قرآنِ کریم میں سے چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دور کے مشرکوں کے دلائل کے جواب میں کہی ہیں۔ اہل باطل کا جواب دو طرح سے ہے۔

① مجمل ② مفصّل

مجمل جواب تو عقلمندوں کے لیے امرِ عظیم اور فائدہ کبیرہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰیَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ (۳ - ۷)	وُہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وُہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مُراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مُراد اصلی خُدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نیز صحیح حدیث میں رسُول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سَمّٰی اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ	جب تم مُتشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو جان لو کہ یہی وُہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے ان سے بچ کر رہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک یہ آیت کریمہ پڑھے کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۰-۶۲)	سُن رکھّو کہ جو خُدا کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وُہ غمناک ہوں گے۔

○ یا کہے کہ سفارش برحق ہے۔

○ یا یہ کہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اللہ تعالےٰ کے ہاں بڑا بلند رُتبہ ہے۔

○ یا رسُول مکرّم ﷺ کا کوئی ارشاد پڑھے جس سے اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرنا چاہے اور تم اس کے ذکر کردہ کلام کا مفہوم نہ سمجھتے ہو۔

تو اسے یہ جواب دو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جن کے دِل ٹیڑھے ہیں وُہ محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کے پیچھے جاتے ہیں اور جو میں نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کو کافر صرف اس لیے کہا کہ اُنہوں نے ملائکہ، انبیاء اور اولیاء سے

بایں معنی اپنا تعلق بنا رکھا تھا کہ :

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ — یہ اللہ تعالےٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں

یہ بات تو ایسی واضح اور ناقابل تاویل ہے کہ کوئی شخص اس کے معنی و مفہوم کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

لیکن اے مشرک! جو تو قرآنِ کریم کی آیت یا رسُول مکرم ﷺ کا کلام پیش کرتا ہے میں اس کے معنی تو نہیں سمجھتا لیکن میں ایک فیصلہ کن بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے کلام میں تناقض نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے کلام کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

یہ جواب بہت اچھا اور سیدھا سادھا ہے اسے وُہی شخص سمجھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے اس جواب کو معمولی نہ سمجھنا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا — اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے
وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ — جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب
(۴۱ - ۳۵) — ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔

(۲) جواب مفصّل یہ ہے کہ :

اللہ تعالےٰ کے دشمن انبیاء کرام علیہم السلام کے دین پر بہت سے اعتراضات کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو دین سے روکتے ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے۔

سوال وُہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی پیدا کر سکتا ہے نہ رزق دے سکتا ہے نفع دے سکتا ہے اور نہ تکلیف میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ رسولِ مکرّم ﷺ اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے شیخ عبدالقادرؒ جیلانی وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا۔

لیکن میں ایک گنہگار آدمی ہُوں اور اللہ تعالےٰ کے دربار میں صالحین کا بڑا رُتبہ ہے میں ان کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ سے ہی مانگتا ہُوں۔

جواب اس کو وُہی جواب دو جو پہلے گذر چُکا ہے وُہ یہ کہ جن لوگوں سے رسُول اللہ ﷺ نے جنگیں لڑیں وُہ بھی یہی اقرار کرتے تھے جو تم کر رہے ہو۔ وُہ اقرار کرتے تھے

کہ اُن کے معبود کسی بھی کام کا انتظام نہیں کر سکتے۔ وُہ لوگ بھی ان کے واسطہ سے مرتبہ اور شفاعت ہی کے طالب تھے۔ اور ان کو وُہ آیات پڑھ کر سناؤ جو اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم میں نازل فرمائیں ہیں اور ان کی خوب وضاحت کرو۔

سوال اگر وُہ کہے کہ یہ آیات تو بتوں کے پجاریوں کے متعلق نازل ہُوئی ہیں۔ تو تم انبیاء کرام اور نیک لوگوں کو بتوں جیسا کس طرح بناتے ہو؟

جواب تو اس کو پہلے والا جواب دو کیونکہ جب اُس نے اقرار کر لیا کہ کافر بھی ربوبیت صرف اللہ تعالےٰ کی مانتے تھے اور جن افراد کی قبور کا قصد کر کے جاتے تھے ان سے صرف سفارش ہی کے طلبگار ہوتے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ مشرکوں اور موحدین کے عمل میں فرق کر دے۔

اور اسے بتاؤ کہ کافروں میں سے کچھ تو وُہ تھے جو بتوں کو پکارتے تھے اور بعض ایسے تھے جو اولیاء کرام کو پکارتے تھے اللہ تعالےٰ نے ان ہی کے متعلق فرمایا ہے کہ:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

(۱۷ - ۵۷)

یہ لوگ جن کو خُدا کے سوا پکارتے ہیں وُہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعۂ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خُدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے۔

اور کچھ لوگ حضرۃ عیسیٰؑ اور اُن کی والدہ کو پکارا کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری ہے

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ

مسیح ابنِ مریم تو صرف (خُدا کے) پیغمبر تھے ان سے پہلے بھی بہت سے رسُول گذر چکے تھے اور ان کی والدہ (مریم خُدا کی) ولی (اور سچّی فرمانبردار) تھیں دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم ان لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان

کرتے ہیں پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر اُلٹے جا رہے ہیں ۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ

کہو کہ تم خُدا کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور خُدا ہی سب کچھ سُنتا جانتا ہے ۔

اور جس دن وُہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تم کو پُوجا کرتے تھے ۔

وُہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ یہ ۔ بلکہ یہ جنّات کو پُوجا کرتے تھے اور اکثر ان ہی کو مانتے تھے ۔

اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان بھی سُنا دو کہ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

(۵ - ۱۱۶)

اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خُدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خُدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو ؟ وُہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شایان تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں ۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اُسے جانتا ہے ۔ اور جو تیرے ضمیر میں ہے اُسے میں نہیں جانتا ۔ بے شک تو علّام الغیوب ہے ۔

اَب اس سے پُوچھو کہ بات سمجھ میں آئی ؟ کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے بتوں کا قصد کرنے والوں کو کافر کہا ہے ویسے ہی نیک اور صالح لوگوں کا قصد کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا ہے اور ان سے رسُول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی۔

اگر وُہ یہ کہے کہ کفّار و مشرکین تو ان اولیاء سے مانگتے تھے۔ اور میں شہادت دیتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع دینے والا، اور وُہی نقصان پہنچانے والا ہے۔ وُہی کائنات کا انتظام کرنے والا ہے۔ میں تو صرف اللہ ہی سے مانگتا ہُوں اور صالحین کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن میں ان کا قصد اس لیے کرتا ہُوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کی اُمید رکھتا ہُوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا اور کُفّار کا قول ایک ہی جیسا ہے اور اس کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سُناؤ :

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى	اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وُہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پُوجتے ہیں کہ ہم کو خُدا کا مقرب بنادیں

یہ آیت بھی سُناؤ۔

وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (۱۰ - ۱۸)	اور کہتے ہیں کہ یہ خُدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکین کے یہی تین شبہات سب سے بڑے ہیں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتابِ کریم میں خوب وضاحت سے بیان کیا ہے اور آپ نے ان کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو باقی شبہات کے جوابات بہت آسان ہیں۔

سوال اگر وُہ کہے کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہُوں اور ان کی طرف جھکاؤ، اور ان کو پُکارنا اُن کی عبادت نہیں ہے۔

جواب تو اُس سے کہو کیا تم اقرار کرتے ہو کہ اخلاصِ عبادت تم پر فرض ہے؟ اگر وُہ

کہے کہ ہاں ! تو اُسے کہو کہ وُہ اخلاصِ عبادت جو تم پر فرض ہے ؟ اُسے ذرا بیان تو کرو۔
اگر وُہ عبادت اور اُس کی اقسام کو نہ جانتا ہو تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

(لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دُعائیں مانگا کرو۔ وُہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جب آپ اس کو یہ سمجھا دیں تو اس سے پُوچھیں کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے ؟ تو وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں ! کیونکہ دُعاء اور پکارنا تمام عبادات کا مغز ہے ۔

اَب اُسے کہیے کہ جب آپ نے اقرار کر لیا کہ یہ عبادت ہے اور آپ دن رات اللہ تعالیٰ کو خوف اور اُمید سے پُکارتے ہیں اور جب آپ نے اپنی کسی حاجت میں کسی نبی یا کسی اور بزرگ کو پُکارا تو کیا تم نے اللہ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک کیا یا نہیں ؟ تو وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں !

اَب آپ اس سے کہیں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد پر عمل کرینگے کہ

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو۔ اور قربانی کیا کرو۔

تو آپ نے اللہ کے لیے قربانی کی اور اس کی عبادت کی تو بتائیے کہ کیا یہ عبادت ہے ؟ وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں ! اب اُسے کہو کہ اگر تم نے کسی مخلوق مثلاً نبی یا جن وغیرہ کے لیے جانور ذبح کیا تو کیا تم نے اس عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہیں کیا ؟ تو وُہ لازماً اقرار کرے گا اور کہے گا کہ ہاں !

نیز اس کو یہ بھی کہیں کہ وُہ مشرکین جن کے متعلق قرآنِ کریم نازل ہُوا کیا وُہ ملائکہ صالحین اور لات وغیرہ کی پُوجا نہیں کرتے تھے ؟ تو وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں ! تو اس سے پُوچھو کہ کیا ان کی عبادت یہ نہ تھی کہ وُہ ان کو پُکارتے ، اُن کے نام پر جانور ذبح کرتے اور اُن سے پناہ وغیرہ لیتے تھے ۔ ؟

ورنہ وُہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ وُہ اللہ کے بندے اور اس کے غلبہ کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کا انتظام کرتا ہے۔ لیکن انہوں نے ان کو پکارا اور اُن کے مرتبہ اور سفارش کا سہارا لیا جو بالکل واضح بات ہے۔

سوال اگر وُہ کہے کہ کیا تم رسُول اللہ ﷺ کی سفارش کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو؟

جواب اس کو کہو کہ ہم سفارش کے منکر نہیں اور نہ ہی اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ رسُول اللہ ﷺ شافع اور مشفع ہیں اور ہم ان کی سفارش کی اُمید رکھتے ہیں۔ لیکن سفارش کی اجازت اللہ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا (٣٩-٤٤)
کہدو کہ سفارش تو سب خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اور یہ سفارش اللہ کی اجازت کے بعد ہی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۔؟ (٢-٢٥٥)
کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔؟

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر رسُول اللہ ﷺ بھی کسی کی سفارش نہیں کرینگے جیسا کہ ارشادِ الہٰی ہے۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ (٢١-٢٨)
اور وُہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے خُدا خوش ہو

یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف توحید ہی کو پسند کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خُداوندی ہے۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (٣-٨٥)
اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وُہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا

جب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ ہی کی اجازت کے بعد ہوگی ۔ اور

رسُولِ مکرّم ﷺ اور آپ کے علاوہ کوئی شخص بھی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتے اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل توحید کے لیے اجازت دے گا۔ تو اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ اور میں اللہ سے یُوں سوال کرتا اور کہتا ہُوں کہ اے اللہ مجھے پیارے رسُول اللہ ﷺ کی سفارش سے محروم نہ کرنا۔ اے اللہ! رسُولِ مکرّم ﷺ کو میرے متعلق سفارش کی اجازت عطا فرمانا۔

سوال: اگر وُہ کہے کہ رسُول اللہ ﷺ کو سفارش دے دی گئی ہے اور میں آپؐ سے اللہ کے دیے ہُوئے میں سے مانگتا ہُوں۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ نے رسُولِ مکرّم ﷺ کو سفارش عطا فرما دی ہے لیکن تم کو براہِ راست آپ سے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ‏ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

جب تم اللہ کو پکارتے ہُوئے کہتے ہو کہ اے اللہ! میرے بارے میں رسُول اللہؐ کو سفارش کی اجازت دے تو پھر اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پُکارنے میں اس کی اطاعت بھی کرو۔

سوال: رسُول اللہ ﷺ کے علاوہ دُوسروں کو بھی سفارش دی گئی ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، چھوٹے بچّے، اور اولیاءِ کرام بھی سفارش کریں گے۔ تو کیا ان کے متعلق بھی کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش دے دی ہے اور میں ان سے بھی مانگوں گا۔؟

جواب: اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہی صالحین کی عبادت ہے جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اگر تم اس سے انکار کرو۔ تو تمہاری بات خود بخود باطل ہو گئی کہ اللہ نے ان کو سفارش دی ہے اور میں اُن سے اللہ کے دیے ہُوئے سے مانگتا ہُوں۔

سوال: اگر وُہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اس سے اللہ کی پناہ لیکن نیک لوگوں سے التجا و فریاد کرنا شرک نہیں ہے۔

جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ نے شرک کو زنا سے بھی زیادہ

حرام قرار دیا ہے اور یہ بھی مانتے ہو کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔ تو پھر وُہ کونسا شرک ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے جسے نہیں بخشے گا ؟

اگر وُہ نہیں جانتا تو اس سے کہیں کہ اگر تم شرک کو نہیں جانتے تو پھر تم اس سے کیسے بچ سکو گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی چیز حرام کرے اور کہے کہ میں یہ نہیں بخشونگا اور تم اس کے متعلق جانتے ہو نہ پوچھتے ہو۔؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ نے اُسے حرام تو کر دیا ہے لیکن اُسے بیان نہیں فرمایا؟

سوال اگر وُہ کہے کہ شرک تو بتوں کو پُوجنا ہے اور ہم بتوں کی پُوجا نہیں کرتے۔

جواب تو آپ اُس سے پُوچھیں کہ بتوں کی پُوجا کا مطلب کیا ہے ؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لکڑیاں، یہ پتھر کچھ پیدا کرتے، روزی دیتے یا اپنے پُکارنے والوں کے امور کا انتظام کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں قرآنِ کریم اس کی تردید کرتا ہے۔

سوال اگر وُہ کہے کہ پُوجا یہ ہے کہ کوئی آدمی لکڑی یا پتھر یا کسی قبر پر بنی ہُوئی عمارت وغیرہ کا قصد کرے، ان کو پُکارے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرے۔ اور کہے کہ یہ مجھے اللہ کے قریب کر دیتے ہیں یا ان کی برکت سے اللہ تکلیف دُور کر دیتا ہے یا ان کی برکت سے ہمیں دیتا ہے۔

جواب تو کہو ہاں! تم نے صحیح کہا۔ اور تم یہی کچھ ان پتھروں اور عمارتوں پر جا کر کرتے ہو۔ جو قبروں پر بنی ہُوئی ہیں۔ تو اس نے اقرار کر لیا کہ ان کا یہ فعل ہی بتوں کی عبادت ہے اور یہی مطلوب ہے۔

اس کو یہ بھی کہا جائے کہ تمہارا یہ کہنا کہ شرک بتوں کی پُوجا کا نام ہے۔ کیا اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ شرک اسی سے مخصوص ہے اور نیک لوگوں پر بھروسہ کرنا اور ان کو پُکارنا شرک نہیں ہے؟

تو اس بات کی تائید! اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمادی ہے اور ہر اُس شخص کو کافر قرار دیا ہے جس نے ملائکہ، عیسٰی یا صالحین میں سے کسی سے ایسا تعلق رکھا۔

یہ شخص لازماً اقرار کرے گا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی نیک شخص کو شریک کرے تو یہی وُہ شرک ہے جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اور یہی مقصود ہے۔

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ اگر وُہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ تو اس سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا کیا ہے اس کی وضاحت کیجئے ؟

اگر وُہ کہے کہ بتوں کی پُوجا کا نام شرک ہے۔ تو اس سے پُوچھیے کہ بتوں کی عبادت کا کیا مطلب ہے اس کی وضاحت کیجئے ؟

اگر وُہ کہے کہ میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ تو اس سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیا مطلب ہے اس کی وضاحت کریں۔؟

اگر وُہ وہی کچھ بتاتے جو قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے تو فبہا۔ اگر اُسے معلوم نہیں تو ایسی چیز کا دعوےٰ کیسے کر سکتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا۔

اور اگر ایسا مفہوم بیان کرے جو قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف ہو تو اس کے سامنے آپ شرک اور بتوں کی پُوجا کے بیان سے متعلق واضح آیتوں کو پیش کرکے بتائیں کہ یہی سب کچھ تو آجکل کے افرادِ امّت بھی کرتے ہیں اور صرف اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت پر ہمیں کوسا جاتا ہے اور ہمارے خلاف ایسی ہرزہ سرائی کرتے ہیں جس طرح ان کے سابقہ بھائی کرتے چلے آئے ہیں کہ

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا	کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود
اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ	بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

سوال   اگر وُہ کہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو پکارنے کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان کو اس وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے کہ وُہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں ہیں۔ لیکن ہم شیخ عبدالقادر وغیرہ کو اللہ تعالےٰ کا بیٹا قرار نہیں دیتے۔

جواب : تو کہو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف ؁ اولاد کی نسبت کرنا ایک مستقل کفر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	کہو کہ وُہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے)

اَللّٰہُ الصَّمَدُ — ایک ہے (وُہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔

احد وُہ ذات ہے جس کی کوئی مثل اور نظیر نہ ہو۔ صمد وُہ ہے جس کی طرف ضروریات اور حاجات میں رجوع کیا جائے لہٰذا جس شخص نے اللہ کے صمد ہونے کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ اگرچہ وُہ پوری سُورت کا انکار نہ کرے ارشادِ الٰہی ہے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ (۲۳- ۹۱) — خُدا نے نہ تو کسی کو (اپنا) بیٹا بنایا ہے اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔

اللہ نے ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے اور ہر ایک کو ایک مستقل کفر قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَھُمْ وَخَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ (۶ - ۱۱) — اور ان لوگوں نے جنّوں کو خُدا کا شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھُوٹ بہتان) اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے کفر کی ان دونوں قسموں میں فرق کیا ہے اس کی دُوسری دلیل یہ بھی ہے کہ جو لوگ لات کی عبادت کرکے کافر ہوئے انہوں نے لات کو خُدا کا بیٹا نہیں کہا تھا۔ وُہ تو ایک صالح شخص تھا اور جو لوگ جنّوں کی عبادت کرکے کافر ہُوئے وُہ بھی جنّوں کو خُدا کی اولاد نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح چاروں مذاہب کے علمارکرام "مرتد کے حکم" میں بیان کرتے ہیں کہ

جب کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی اولاد ہے تو وُہ مرتد ہوجاتا ہے ائمہ اربعہ کے علماء کفر کی دونوں قسموں میں فرق کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔

سوال، اگر وُہ شخص یہ آیت پیش کرے کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۰-۶۲) — سُن رکھو کہ جو خُدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وُہ غمناک ہوں گے۔

جواب تو آپ اس سے کہیں کہ یہ آیت کریمہ اور اس کا مضمون بالکل درست اور صحیح

ہے لیکن اولیاء کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت کرنا اور ان کو خدا کا شریک بنانا درست نہیں ہے۔ ہاں! آپ پر لازم ہے کہ ان سے محبّت رکھو۔ ان کی پیروی کرو۔ ان کی کرامات کا اقرار کرو۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ اولیاء کی کرامات کے منکر صرف بدعتی اور گمراہ لوگ ہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا دین دونوں اطراف کا درمیانی راستہ اور دونوں گمراہیوں کے درمیان ہدایت اور دونوں باطلوں کے درمیان حق کا راستہ ہے۔

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہی وُہ چیز ہے جس کو ہمارے دَور کے مشرک "اعتقاد" کہتے ہیں۔ یہی وُہ شرک ہے جسکے متعلق قرآنِ کریم نازل ہُوا اسی پر رسُولِ مکرمؐ نے لوگوں سے جہاد کیا اب آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے دَور کے لوگوں کا شرک ہمارے دَور کے لوگوں کے شرک سے دُو (۲) وجُوہ میں ہلکا تھا۔

① پہلے لوگ ملائکہ، اولیاء اور بتوں کو صرف عیش و آرام کی حالت میں پکارتے اور اللہ تعالےٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن سختی کے وقت وُہ صرف اللہ تعالےٰ کو پکارتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ إِلَّآ إِيَّاهُ	اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔
فَلَمَّا نَجّٰكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا (۱۷-۶۷)	پھر جب تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔

نیز فرمایا۔

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ	کہو (کافرو) بھلا دیکھو تو اگر تم پر خدا کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو۔ تو کیا تم

تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

(ایسی حالت میں) خُدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۤءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ

(۶ - ۴۰، ۴۱)

(نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دُکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وُہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دُور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اُس وقت) انہیں بھُول جاتے ہو۔

نیز فرمایا۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ

(۳۹ - ۸)

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وُہ اُس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لیے پہلے اس کو پکارتا ہے اُسے بھُول جاتا ہے اور خُدا کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے۔ کہدو کہ (اے کافرِ نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اُٹھالے پھر تو تُو دوزخیوں میں ہوگا۔

ایک جگہ پر ارشادِ الٰہی ہے۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

(۳۱ - ۳۲)

اور جب ان پر (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو خُدا کو پکارنے (اور) خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

جس شخص نے یہ مسئلہ سمجھ لیا جس کی اللہ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی ہے۔

اور وُہ یہ ہے کہ وُہ مشرکین جن سے رسُول اللہ ﷺ نے جہاد کیا وُہ آرام و سکون کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتے تھے لیکن تکلیف کے وقت صرف ایک اللہ کو پُکارتے تھے اور اپنے سادات کو بھُول جاتے تھے ۔ تو ایسے شخص کو سابقہ اور موجُودہ دَور کے مشرکین میں فرق کا پتہ چل جائے گا ۔ لیکن ایسے آدمی کہاں ہیں جن کے دِل اِس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھ سکیں ؟ فاللہ المستعان

(۲) پہلے لوگ اللہ کے ساتھ ان لوگوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے مقرب ہوتے جیسے انبیاء ، اولیاء ، اور ملائکہ وغیرہ ۔ یا ایسے پتھروں اور درختوں کو پکارتے جو اللہ کے مطیع ہیں ۔ نافرمان نہیں ۔

اور ہمارے دَور کے لوگ اللہ کے ساتھ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو سب سے زیادہ فاسق و فاجر ہیں ۔ اور طرفہ یہ کہ خُود ہی ان کا فسق و فجور چوری زنا اور ترکِ صلاۃ وغیرہ لوگوں سے بیان کرتے ہیں ۔

جو شخص ایسے آدمی کو اللہ کا شریک بنائے جس کے بارے میں وُہ نیک اور صالح ہونے کا گمان رکھتا ہے ۔ یا ایسی اشیاء کو پکارے جو گنہگار نہیں ہیں جیسے شجر و حجر اور لکڑی وغیرہ ۔ تو اس کا شرک ہلکا ہے بنسبت ایسے شخص کے جو ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کے بارے میں اُسے معلوم ہے کہ وُہ فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا ۔ اور اس کے فسق و فجور کی شہادت بھی دے ۔

جب یہ بات اچھّی طرح ثابت ہو گئی کہ جن لوگوں سے رسُول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی وُہ آج کل کے مشرکوں سے شرک میں کم ، اور ان سے زیادہ عقلمند تھے ۔ تو اب آپ کو معلُوم ہونا چاہیے کہ ان کا ایک شُبہ اور بھی ہے جو ہمارے بیان کردہ دلائل پر وارد کرتے ہیں اور ان کا یہ سب سے بڑا شُبہ ہے اس کا جواب بڑے غور سے سُنو ۔

(۳) وُہ کہتے ہیں کہ جن کے متعلق قرآنِ کریم نازل ہُوا وُہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے تھے رسُول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے ، قیامت کا انکار کرتے ، قرآن کریم کی تکذیب کرتے اور اُسے جادُو کہتے تھے ۔ لیکن ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں ۔ ایک خُدا

کے قائل ہیں، اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسُول سمجھتے ہیں، قرآنِ کریم کی تصدیق کرتے قیامت کو مانتے، اور نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں۔ تو تم ہمیں ان جیسا کیسے قرار دیتے ہو؟

(ج) جواباً عرض ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص رسُول اللہ ﷺ کے کسی ایک حکم کی تکذیب اور دُوسرے حکم کی تصدیق کرے تو وُہ کافر ہے اور وُہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہُوا۔

اسی طرح اگر قرآنِ کریم کے کچھ حصّے پر ایمان لاتے اور اس کے کچھ حصّے کا انکار کرے جیسے کوئی شخص توحید کا اقرار تو کرے لیکن نماز کی فرضیت کا انکار کرے۔ یا توحید اور نماز کا اقرار کرے۔ لیکن زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کرے یا ان تمام احکام کو تسلیم کرے لیکن روزے کا انکار کرے۔ یا ان سب امور کو مانے لیکن حج کا انکار کرے یا ان سب باتوں کو مانے لیکن قیامت کا انکار کرے تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے۔ اس کا خون بہانا اور مال لُوٹنا حلال ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا (۴ - ۱۵۰، ۱۵۱)	جو لوگ خُدا سے اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور خُدا اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ وُہ بلا اشتباہ کافر ہیں۔

دیکھیے جب رسُول اللہ ﷺ کے دورِ مسعود میں کچھ لوگ حج کے لیے فوراً تیّار نہ ہُوئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا	اور جو لوگوں پر خُدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وُہ اس کا حج کرے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (۳ - ۹۷)
اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اس بات کی تصریح کر دی کہ جو شخص کچھ حصّے پر ایمان لاتے اور کچھ حصّے کا انکار کرے تو وُہ پکا کافر ہے تو یہ شبہ بھی زائل ہو گیا۔ اور یہی وُہ شبہ تھا جو بعض اہل "احساء" نے اپنے مکتوب میں لکھ کر ہمیں ارسال کیا تھا

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ جو شخص تمام امور میں رسُول اللہ ﷺ کی تصدیق کرے لیکن صرف نماز کا انکار کر دے تو وُہ کافر ہے۔ اس کا خوُن بہانا اور مال کو غنیمت بنانا بالاجماع حلال ہے۔ اسی طرح اگر ہر چیز کا اقرار کرے اور قیامت کو نہ مانے۔ یا رمضان کے روزوں کے وجوب کا انکار کرے اور باقی تمام احکام کی تصدیق کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اختلاف۔ اور قرآنِ کریم نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہ تو واضح بات ہے ہی کہ رسُول اللہ ﷺ جس قدر احکام لیکر تشریف لائے ان میں سب سے بڑا فریضہ توحید ہے۔ جو نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج سب سے اہم اور بڑا فریضہ ہے۔ تو جو شخص ان احکام میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو کافر قرار پائے گا۔ اگرچہ وُہ رسُول اللہ ﷺ کی دیگر تعلیمات پر عمل پیرا بھی ہو۔ اور اگر وُہ توحید کا انکار کرے جو تمام رسُولوں کا دین ہے تو وُہ کیسے کافر نہ ہوگا؟ سُبحان اللہ یہ عجیب طرح کی جہالت ہے۔

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ رسُول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کرام کو دیکھو جنہوں نے قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ کی۔ حالانکہ بنو حنیفہ رسُول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسُلمان ہوئے اور شہادت دیتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمد، اللہ کے رسُول ہیں۔ وُہ لوگ اذانیں دیتے، اور نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ لوگ مسیلمہ کی نبوّت کے قائل ہو گئے تھے اس لیے صحابہ کرام نے ان سے جنگ کی تو ہم کہیں گے کہ یہی تو ہمارا مقصد ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو رسُول اللہ ﷺ

کے مرتبہ تک بُلند کر دے تو وُہ کافر قرار پائے گا۔ اور اس کا خُون بہانا اور مال چھیننا حلال ہو جائے گا۔ اور اس کو کلمۂ شہادت، اور نماز روزہ فائدہ نہ دیں گے۔ تو اُس شخص کا کیا حال ہو گا جو شمسان، یُوسف، یا کسی صحابی یا نبی کو خالقِ کائنات کے مرتبہ تک پہنچا دے؟ سُبحان اللہ ما اعظم شانہ!

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلا دیا تھا وُہ تو آپ کے ساتھی اور اسلام کے دعویدار تھے انہوں نے صحابہ کرام سے علم سیکھا تھا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں انکا وُہی اعتقاد تھا جو آج کل لوگ یُوسف اور شمسان وغیرہ کے بارے میں رکھتے ہیں تو دیکھو کس طرح صحابہ نے ان کے قتل اور ان کے کُفر پہ اتفاق کیا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صحابہ کرام مُسلمانوں کو کافر کہتے تھے؟ اور کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تاج وغیرہ کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد نقصان دہ نہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟

یہ جواب بھی دیا جائے گا کہ بنو عبید القداح جو عباسیوں کے دَورِ حکومت میں مصر اور مغرب پر قابض ہو گئے تھے۔ وُہ سب کے سب کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے تھے، اسلام کے دعویدار تھے، نمازِ جمعہ اور با جماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب انہوں نے بعض امور میں شریعت کی مخالفت کی جو زیرِ بحث مسئلہ کی بہ نسبت بہُت ہی کم اہمیت رکھتے تھے بایں ہمہ علماء نے ان کے کفر اور ان سے جنگ کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے شہروں کو دارالحرب قرار دیا۔ چنانچہ مُسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وُہ تمام شہر آزاد کرا لیے جو ان کے زیرِ تصرف تھے

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ پہلے لوگوں کو صرف اس لیے کافر قرار دیا گیا تھا کہ انہوں نے شرک اور تکذیب رسول و قرآنِ کریم اور انکارِ قیامت کو اکٹھا کر لیا تھا۔ نیز اُن ابواب کا کیا مطلب ہو گا جو مذہب اربعہ کے علماء کرام نے اپنی اپنی

کتابوں میں باب باندھے ہیں کہ "باب حکم المرتد"

مرتد وُہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرلے۔ پھر مُرتد کی بُہت سی قِسمیں لکھی ہیں اور ہر قسم سے انسان مرتد ہوجاتا ہے۔ اس کا خُون بہانا اور مال لینا حلال ہوجاتا ہے۔ حتیٰ کہ علمائے نے چھوٹے چھوٹے امور بتاتے ہیں جن سے آدمی مرتد ہوجاتا ہے جیسے۔ کوئی شخص صرف اپنی زبان سے کوئی کلمہ کہے اگرچہ دل سے اس کا عقیدہ نہ ہو۔ یا کوئی کلمہ ہنسی اور مذاق سے کہہ دے۔

یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا۔ کہ

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (۹-۷۴)

یہ خُدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے ہیں

کیا آپ نے نہیں سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک ہی کلمہ کی وجہ سے کافر قرار دے دیا حالانکہ وُہ رسول اللہ ﷺ کے مُبارک دور میں تھے آپ کے ساتھ ہوکر جہاد کرتے تھے آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے زکوٰۃ دیتے، حج کرتے اور توحید کے قائل تھے۔ یہ وُہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ؟

کہو کیا تم خُدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسُول سے ہنسی کرتے تھے۔

لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (۹ - ۶۵، ۶۶)

بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوچکے ہو۔

یہ وُہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ وُہ ایمان کے بعد کافر ہوگئے تھے حالانکہ وُہ غزوۂ تبوک میں رسُول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ اُنہوں نے ایک ایسی بات کہی جس کے متعلق وُہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات بطور مذاق کہی تھی۔

اب آپ ان کے اس شبہ پر غور کریں کہ تم ان لوگوں کو کافر کہتے ہو جو

لاالہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں ۔ نمازیں پڑھتے اور روزئے رکھتے ہیں اس کے جواب پر بھی غور کرو۔ کہ یہ جواب ان اوراق میں سب سے زیادہ قیمتی اور نفع بخش ہے

ہمارے بیان کردہ دلائل کی مزید وضاحت کے لیے بنی اسرائیل کا وہ واقعہ بھی دلالت کناں ہے جسے اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم میں بیان فرمایا ہے وُہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ افراد نے مسلمان، عالم، اور نیک ہونے کے باوجود حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا کہ :

اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ (۷ - ۱۳۸) جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہا کہ:

اِجۡعَلۡ لَنَا ذَاتَ اَنۡوَاطٍ ہمارے لیے ایک ذات انواط بنا دیجئے ۔

یہ بات سُن کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات بالکل اسی طرح کی ہے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہی تھی کہ :

اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ (۷ - ۱۳۸) جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

مشرکین ان واقعات سے یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ وُہ بنی اسرائیل جنہوں نے "اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ" کہا اور وُہ صحابہ جنہوں نے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تھا وُہ کافر تو نہ ہُوتے تھے ؟

تو ہم کہتے ہیں کہ نہ تو بنی اسرائیل نے کسی غیر اللہ کو الٰہ بنایا اور نہ ہی ان صحابہ نے جنہوں نے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تھا اپنے لیے کوئی ذاتِ انواط مقرر کیا۔

علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر بنی اسرائیل کسی غیر اللہ کو الٰہ بنا لیتے تو قطعاً کافر قرار پاتے ۔ اور اسی طرح اگر صحابہ کرام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے بعد کسی درخت کو ذاتِ انواط مقرر کر لیتے تو وُہ بھی کافر ہو جاتے ہمارا مدعا بھی یہی ہے۔ ان دو واقعات میں چند فوائد مرتب ہوتے ہیں ۔

① کبھی مُسلمان۔ بلکہ عالِم شخص بھی شرک کی کسی نہ کسی قسم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتا نہیں چلتا۔

② عِلم اور تحفظ کی جستجو ہر وقت پیشِ نگاہ رہنی چاہیے۔

③ جاہل شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے توحید کو سمجھ لیا ہے یہ سب سے بڑی جہالت ہے اور شیطان کا سب سے بڑا فریب یہی ہے۔

④ اگر مُسلمان مجتہد لاعلمی میں کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے اور فوراً متنبہ ہو کر اسی وقت توبہ کر لے تو وُہ کافر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل اور صحابہ نے کیا۔

⑤ اگرچہ ایسا شخص کافر قرار نہیں پاتا لیکن اسے سخت ترین الفاظ سے تنبیہ ضرور کرنی چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔

سوال مشرکین کا ایک اور شبہ یہ بھی ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہؓ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا تھا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ ؟	کیا تو نے اسے لا الٰہ الّا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:

أُمرتُ ان اقاتل الناس حتی یقولوا : لا الٰہ الا اللہ	مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وُہ لا الٰہ الّا اللہ نہیں کہہ لیتے۔

ان کے علاوہ اور احادیث بھی جن کا مطلب یہ ہے کہ جس نے لا الٰہ الّا اللہ کہا اُسے کچھ نہ کہا جائے۔

احادیث مذکورہ سے ان جاہلوں کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص لا الٰہ الّا اللہ کہہ لے اسے کافر نہ کہا جائے نہ ہی اسے قتل کیا جائے، خواہ وُہ کیسے ہی اعمال کرتا پھرے۔

جواب ان جاہل مشرکوں کو یہ جواب دیا جائے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ

رسُول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے جنگ کی، انہیں قید کیا حالانکہ وُہ لاالٰہ الاّ اللہ کہتے تھے۔ نیز رسُول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو حنیفہ سے جنگ کی حالانکہ وُہ کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت دیتے تھے نمازیں پڑھتے اور اسلام کے دعویدار تھے اور وُہ لوگ بھی بزعم خوُد مُسلمان تھے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلادیا تھا۔ مقامِ غور یہ ہے کہ یہ جاہل بھی اقرار کرتے ہیں کہ جو شخص قیامت کا انکار کرے وُہ کافر ہے اُسے قتل کیا جائے اگرچہ وُہ لاالٰہ الا اللہ کہتا ہو اور جو شخص ارکانِ اسلام میں سے کسی ایک رکن کا انکار کردے وُہ بھی کافر ہے اُسے قتل کر دیا جائے اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو۔

لیکن یہ کیا بات ہُوئی کہ جو شخص فروع میں سے کسی کا انکار کردے تو اُسے تو کلمہ فائدہ نہ دے اور اگر توحید کا انکار کردے جو تمام انبیاء کے دین کی اصل ہے تو اُسے یہ کلمہ پُورا پُورا فائدہ دے؟ اللہ تعالےٰ کے ان دُشمنوں نے احادیث کا معنی ومفہوم ہی نہیں سمجھا

حضرت اسامہؓ کی حدیث کہ اُنہوں نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے اسلام کا دعوٰے کیا تھا۔

یہ قتل اس لیے ہوا کہ حضرت اسامہؓ کا خیال تھا اس نے اپنی جان اور مال کے ڈر سے مُسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار کرے تو واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ روک لیا جائے یہاں تک کہ اس سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد نہ ہو۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا (۴ - ۹۴)

مومنو! جب تم خُدا کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ جب کوئی شخص کلمۂ توحید پڑھ لے تو اس سے اپنا ہاتھ روک لینا چاہیے اور تحقیق کرنی چاہیے اگر تحقیق کے بعد اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جو اسلام کے خلاف ہے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "تحقیق کرو" اگر ہر کلمہ گو کو قتل کرنا حرام ہوتا تو تحقیق کرنے کا

کوئی معنی نہ ہوتا۔

اسی طرح دُوسری احادیث کا مطلب بھی وُہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے ، کہ جو شخص اسلام اور توحید کا اظہار کرے تو اس سے ہاتھ روک لینا واجب ہے الّا یہ کہ اس سے کوئی کام خلافِ شریعت سرزد نہ ہو اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وُہ ارشاد ہے جس میں آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ :

اقتلتہٗ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ ؟ — کیا تونے اُسے لا الٰہ الّا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا ؟

نیز ایک موقع پر یُوں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ :

امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقول لا الٰہ الا اللہ — مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وُہ لا الٰہ الّا اللہ نہیں کہہ لیتے ۔

خارجیوں کے بارے میں ارشاد ہُوا ہے ۔

اینما لقیتموھم فاقتلوھم — ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو ۔ اگر میں نے
لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد — ان کو پا لیا تو قومِ عاد کی طرح ان کو قتل کرونگا

حالانکہ خارجی لوگ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گذار اور ہر وقت تکبیر و تہلیل کرتے رہتے تھے ۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھتے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان خارجیوں نے صحابہ کرام ہی سے کسب علم کیا تھا اس کے باوجُود لا الٰہ الّا اللہ ، کثرتِ عبادت ، اور دعوئے اسلام نے اُنہیں کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ ان سے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سرزد ہُوئی ۔

رسُول اللہ ﷺ کا یہودیوں سے جنگ کرنا اور صحابہ کا بنو حنیفہ سے قتال بھی اس کی شہادت پر دلالت کناں ہے ۔

رسُول اللہ ﷺ کا بنی المصطلق سے جنگ کا ارادہ کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے جب کہ ایک شخص نے آکر جھوٹی اطلاع دی کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر

دیا ہے۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ :

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (۴۹ - ۶)

مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے

یہ تمام آیات و احادیث اُس بات پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہے ان سے مشرکین کی تصدیق بالکل نہیں ہوتی۔

سوال: اہل شرک و بدعت کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دِن کچھ لوگ یکے بعد دیگرے حضرتِ آدم، حضرتِ نوح حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے پاس استغاثہ لے کر جائیں گے۔ چنانچہ ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دیں گے۔ آخر کار معاملہ رسُول اللہ ﷺ کے پاس آئے گا۔

اس واقعہ سے مشرکین کا استدلال یہ ہے کہ غیراللہ سے استغاثہ شرک نہیں ہے

جواب: پاک ہے وُہ اللہ جو اپنے دشمنوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ مخلوق سے وُہ استغاثہ جس پر وُہ قادر ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ جیسا کہ حضرتِ موسیٰؑ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ (۲۸ - ۱۵)

جو شخص اُن کی قوم میں سے تھا اس نے دُوسرے شخص کے مقابلے میں جو مُوسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا مدد طلب کی۔

یا دورانِ جنگ اِنسان اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کرتا ہے جس پر وُہ قادر ہیں ہم تو اس استغاثہ کے مُنکر ہیں جو اولیاء کی قبروں پر جا کر بطور عبادت کیا جاتا ہے۔ یا غائبانہ ان کو مدد کے لیے پُکارا جاتا ہے جس پر سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی اب سمجھنا چاہیے کہ قیامت کے دن جو انبیاء کرام سے استغاثہ ہوگا وُہ یہ ہے کہ وُہ اللہ سے دُعا کریں کہ لوگوں کا حساب و کتاب جلدی ہوجائے تاکہ جنتی لوگ میدانِ محشر کی سختی سے نجات پائیں۔ اس قسم کا استغاثہ دُنیا اور آخرت دونوں میں جائز ہے کہ آپ کسی نیک اور زندہ آدمی کے پاس جائیں جو تمہارے پاس بیٹھے اور تمہاری گفتگو کو بھی سُنے تم اس سے دُعا کی درخواست کرو۔ جیسا کہ صحابہ کرام رسُول اللہؐ کی زندگی میں آپ کی خدمت میں آتے اور دُعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ لیکن رسُول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قبر مکرمؐ کے پاس جاکر آپ سے کسی صحابی نے دُعا کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ سلف صالحین نے قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر اللہ تعالےٰ سے دُعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے چہ جائیکہ بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ سے دُعا کی درخواست کی جاتے۔

سوال مشرکین کا ایک شبُہ اور اعتراض اور بھی ہے اور وُہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وُہ واقعہ ہے جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض کناں ہُوئے کہ کوئی حاجت اور ضرورت ہو تو بتائیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے کسی قسم کی حاجت نہیں ہے

مشرکین کا استنباط یہ ہے کہ اگر جبریل سے استغاثہ شرک ہوتا تو وُہ حضرتِ ابراہیمؑ کو پیش کش نہ کرتے۔؟

جواب یہ اعتراض بھی پہلے ہی اعتراض جیسا ہے اس واقعہ میں حضرت جبریل علیہ السلام نے وُہ پیشکش کی تھی جس پر وُہ قادر تھے کہ وُہ حضرتِ ابراہیم کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ حضرت جبریلؑ کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ :

شَدِیْدُ الْقُوٰی وُہ بہت بڑی طاقت والا ہے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ حضرتِ جبریلؑ کو اجازت دے دیتا کہ وُہ حضرت ابراہیمؑ کی آگ، اور اس کے ارد گرد زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر مشرق یا مغرب میں پھینک دئے تو وُہ ضرور ایسا کر دیتے۔

اور اگر جبریلؑ کو یہ حکم ہوتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُٹھا کر ان سے دُور کسی جگہ پرلے جائیں تو جبریل یہ کام بھی کر سکتے تھے۔

اور اگر جبریلؑ کو یہ حکم ہوتا کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو آسمان پر لے آئیں تو وُہ یہ بھی کر دیتے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی دولت مند شخص کسی محتاج کو دیکھے اور اُسے قرض دینے کی پیشکش کرے۔ یا اس کو کوئی اور چیز دے جس سے وُہ اپنی ضرورت پُوری کرلے لیکن محتاج آدمی قرض وغیرہ لینے سے انکار کردے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی جناب سے رزق دیدے جس میں کسی شخص کا احسان نہ ہو۔

تو یہ بات کہاں! اور عبادت کے طور پر استغاثہ اور شرک کہاں! کاش یہ لوگ سمجھیں؟

انشاء اللہ ہم اس بحث کو ایک عظیم الشان اور نہایت اہم ترین مسئلے پر ختم کرتے ہیں جو سابقہ بحث سے بھی آپ کو سمجھ میں آگیا ہوگا۔ لیکن چونکہ مسئلہ بڑا ہی عظیم الشان ہے اور اکثر لوگ اس میں غلطی کھا جاتے ہیں لہٰذا ہم اسے علیٰحدہ بیان کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کا تعلق تین چیزوں سے ہونا ضروری ہے دِل زبان اور باقی اعضائے کے ذریعہ عمل اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہُوا تو انسان مُسلمان نہیں رہتا اگر کوئی شخص توحید کو جانتا تو ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ ضدی اور کافر ہے۔ جیسے فرعون اور ابلیس وغیرہ۔

مسئلۂ توحید میں اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توحید حق ہے اور ہم اس کو سمجھتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ یہ حق ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ نیز ہمارے علاقے کے لوگ ایسے ہیں جن کی موافقت کے بغیر گذارہ نہیں اس کے علاوہ بھی کئی عذر لنگ پیش کرتے ہیں۔

یہ مسکین نہیں جانتا کہ ائمہ کفر کی غالب اکثریت بھی حق کو پہچانتی تھی اور کئی قسم کے بہانوں کے پیشِ نظر ہی انہوں نے حق کو چھوڑا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

اَشْتَرَوْا بِاٰيَاتِ اللهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (۹-۹) — یہ خُدا کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

ایک جگہ پر ارشاد ہے۔

یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (۲-۱۴۶) — وُہ ان (پیغمبر آخرالزماں) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔

جو شخص بظاہر توحید پر عمل کرتا ہے لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتا۔ یا دل سے اس پر ایمان نہیں رکھتا وُہ منافق ہے جو خالص کافر سے بھی بُرا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴-۱۴۵) — کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

یہ مسئلہ بہت طویل ہے جب تم لوگوں کی باتوں پر غور کرو گے تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔ اور آپ کئی ایسے افراد کو دیکھو گے کہ وُہ حق کو جانتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ دُنیا کے نقص۔ یا مرتبہ اور خاطر و مدارات میں کمی کے ڈر سے سُستی کرتے ہیں۔ نیز کچھ ایسے افراد بھی نظر آئیں گے جو بظاہر عمل کرتے ہیں دل سے نہیں اگر ان سے دلی عقیدہ کے بارے میں سوال کرو تو معلوم ہو گا کہ ان کو کچھ علم نہیں۔

لہذا قرآنِ کریم کی دو آیات پر غور و فکر کرنا تمہارے لیے بہت ہی ضروری ہے۔

① پہلی تو وُہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ — بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بعض وُہ صحابہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رُومیوں سے جنگ لڑی تھی وُہ صرف ایک کلمہ کی وجہ سے کافر ہو گئے جو انہوں نے محض ہنسی اور مذاق کے طور پر کہا تھا۔ تو پھر یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص کسی کی مدارات یا اپنے مرتبہ کی خاطر یا مال میں کمی کے خوف سے کفر یہ کلمہ کہہ دے یا اس پر

عمل کرے تو ایسا شخص بلحاظ گناہ کے بڑا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو بطور مذاق کفریہ کلمہ کہہ دے۔

(۲) دُوسری آیت یہ ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (۱۶-۱۰۶)

جو شخص ایمان لانے کے بعد خُدا کے ساتھ کفر کرے وُہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سوائے اس شخص کے جو مجبور کر دیا گیا ہو اور کسی کے عذر کو تسلیم نہیں کیا اس میں بھی ایمان پر اطمینان قلب کی شرط لگا دی ہے اس کے علاوہ سب کافر ہیں۔ خواہ وُہ خوف کی وجہ سے یا مدارات کے طور پر، یا اپنے وطن اور اہل وعیال یا برادری اور مال ومتاع کی محبّت میں آکر یا ہنسی اور مذاق کے طور پر، یا کسی اور غرض کی بنا پر کلمۂ کفر کہیں۔ بس اللہ نے صرف مجبور شخص کو مستثنےٰ قرار دیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ دو طریق سے اس پر دلالت کرتی ہے۔

۱- اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ — جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے۔

اس جُملہ میں صرف مجبور شخص کو مُستثنےٰ کیا گیا ہے یہ تو معلوم ہے ہی کہ انسان کی مجبوری کا تعلق صرف زبان یا عمل سے ہے رہی دِل کی کیفیّت۔ تو اس میں کوئی شخص کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

۲- ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (۱۶-۱۰۷)

یہ اس لیے کہ اُنہوں نے دُنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔

اس آیت میں اللہ نے تصریح فرما دی ہے کہ یہ کفر اور عذاب اعتقاد یا جہالت یا دین سے بغض و عداوت، یا کفر سے محبّت کے باعث نہیں تھا۔ بلکہ اس کا سب سے بڑا سبب دُنیا کی لذتوں میں گرفتار ہونا تھا۔ جس کی وجہ سے انسان نے دُنیا کو دین پر ترجیح دی۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ والحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

مسائل الجاہلیۃ

تألیف

مجدد الدعوۃ الاسلامیۃ شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ — ۱۲۰۶ھ

ترجمہ و تفہیم

عطاء اللہ ثاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو، والصلوٰۃ والسلام علی من لا نجاۃ الا بہ وبعد

ہر مسلمان کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ مومن اور مشرک کے درمیان حدِ فاصل صرف کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ شریعتِ اسلامیہ اسی کلمۂ توحید کی تشریح اور تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کچھ اعمال بجا لانے کو فرض قرار دیا وہاں کچھ ایسے افعال کا تذکرہ بھی فرمایا جن پر اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے سے بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ذرہ برابر وقعت نہیں رکھتا۔ ربِ کریم نے مختلف اوقات میں جن امور سے اپنے بندوں کو مجتنب رہنے کی ہدایت فرمائی وہ قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر درج ہیں ——— اور کچھ امور ایسے ہیں جن کی حرمت کا تذکرہ ربِ کریم نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بیان کرایا، جن کا تذکرہ کتبِ حدیث میں موجود ہے۔

مجدد الدعوۃ الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب امطرہ اللہ غیث رحمتہ وانزلہ منزلۃ الصدیقین فی فسیح جنتہ نے ان سب کو یکجا جمع کر دیا جو کتابی صورت میں مسائل الجاھلیہ کے نام سے لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے۔

راقم الحروف نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اِن مسائل کو سمجھ اور اپنے عمل و کردار میں سمو کر اپنے اعمالِ صالحہ کی حفاظت کر سکے۔ دعا ہے کہ ربِ کریم میری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرماتے ہوئے نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بنائے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

عطاء اللہ ثاقب

(۱۲ر جنوری ۱۹۷۰ء)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

درجِ ذیل ۱۲۳ مسائل ایسے ہیں جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکینِ عرب کے درمیان متنازعہ فیہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور یہ ایسے اصُولی مسائل ہیں کہ جن کا ہر مسلمان کے علم میں آنا ضروری ہی نہیں بلکہ کوئی مسلمان اِن سے صَرفِ نظر نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں اور اسلام میں بُعد المشرقین ہے۔

سب سے اہم اور خطرناک بات یہ ہے کہ جو دِل شریعتِ محمدّیہ کے متعلّق ایمان کی دولت سے خالی ہو اور اس عدمِ ایمان کے ساتھ اِن مسائل کو اِستحسان کی نِگاہ سے بھی دیکھے تو پھر اُس کی شقاوت و بدبختی کی کوئی اِنتہا نہیں، والعیاذ باللہ۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا تعالےٰ سے اِنکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

(العنکبوت - ۵۲)

◎

۱ شرک

اہلِ جاہلیّت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دُعا کرتے وقت صالحین کو اس میں شریک کر لیا کرتے تھے بایں معنیٰ کہ یہ صالحین اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اِس شرکیہ عقیدہ کی قرآنِ کریم یُوں وضاحت کرتا ہے :

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَ لَا یَنْفَعُھُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ ؕ (یونس - ۱۸)

اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو ان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ؕ (الزمر - ۳)

اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پُوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالےٰ کا مقرب بنا دیں۔

یہی وُہ اہم اور عظیم مسئلہ ہے جس میں رسُولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مخالفت کی اور اخلاصِ عمل کا درس دیا اور بتایا کہ یہی وُہ دینِ الٰہی ہے جس کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعُوث فرمایا اور یہ کہ وُہ خالص عمل ہی کو شرفِ قبولیّت بخشتا ہے اور آپؐ نے یہ بھی بتایا کہ جو شخص وُہ اعمال کرے گا جن کو مُشرکین اِستحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس کا بہشت میں داخلہ حرام اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہو گا۔

یہی وُہ اہم مسئلہ ہے جس سے مسلمان اور کافر میں فرق ہوتا ہے اور یہیں سے محبت اور عداوت کی راہیں الگ ہوتی ہیں اور یہیں سے جہاد کی ابتدا ہوتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَ قَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّ یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ۚ (الانفال - ۳۹)

اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خُدا ہی کا ہو جائے۔

۲ فِرقہ بندی

دین و دنیا میں اہلِ جاہلیّت کی راہیں الگ الگ تھیں اور وہ اِسی کو درست اور صحیح

سمجھتے تھے۔ ربِّ کریم ان کے افتراق کو یُوں آشکار کرتا ہے کہ:

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○ (المؤمنون - ۵۳)

جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وُہ اسی سے خوش ہو رہا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ دین میں اتّحاد و اتّفاق کی تلقین کرتے ہُوئے فرماتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ (الشوریٰ - ۱۳)

اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نُوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کی (اَے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا گیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھُوٹ نہ ڈالنا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (الاعراف -)

جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) راستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہوگئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں۔

ربِّ کریم ان مُشرکین کی مشابہت سے بچنے کی تلقین کرتے ہُوئے فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ (آل عمران - ۱۰۵)

ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکامِ بیّن آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے۔

دین میں فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ (آل عمران - ۱۰۳)

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسّی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

۳ بغاوت

مشرکین، حاکمِ وقت کی مخالفت اور عدمِ اطاعت کو اپنے لیے بہت بڑی خوبی اور اطاعت و فرمانبرداری کو ذِلّت و رسوائی سمجھتے تھے، لیکن رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مخالفت کی اور حکم دیا کہ اگر حاکمِ وقت ظلم کرے تو بھی اِس پر صبر کیا جائے اور اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہُوئے اُسے نصیحت کی جائے۔

صحیحین کی روایت کے مطابق مندرجہ بالا تینوں اُمور کو رسُولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا ہے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

انّ اللہ یرضیٰ لکمُ ثلاثا	خدا تمہارے لیے تین چیزیں پسند کرتا ہے:
۱ ان لا تعبدوا الّا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا،	خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔
۲ و ان تعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا	اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسّی کو مضبوط پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو۔
۳ و ان تناصحوا من ولاہ اللہ امرکم	اور حاکمِ وقت کو نصیحت کرتے رہو۔

مندرجہ بالا تینوں اُمور سے جب تک لوگ بچتے رہے امن و سکون سے زندگی بسر کرتے رہے اور جب ان گناہوں میں ملوّث ہُوئے تو جہاں ان کا دِین برباد ہُوا وہاں دُنیاوی اُمور میں بھی ترقّی کی راہیں بند ہو گئیں۔

۴ تقلید

مشرکین نے اپنے مذہب کے کئی ایک اصُول بنا رکھے تھے جن میں سرِ فہرست تقلید تھی۔ مشرکینِ عالم کا سب سے بڑا اور اہم قاعدہ اپنے پیش رَو صلحاء کی تقلید کرنا تھا۔ ان کے اسی عقیدۂ بد کی قرآنِ کریم یُوں وضاحت کرتا ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ○ (الزخرف - ۲۳)	اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم اُن ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى	اور جب ان سے کہا جاتا کہ جو (کتاب) خدا نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگرچہ شیطان ان کو دوزخ

عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ (لقمان - ۲۱) کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (تب بھی)

ربِّ کریم ترکِ تقلید پر ان کو یُوں متنبّہ فرماتا ہے کہ :

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ (سبا - ۴۶)

کہ دو کہ مَیں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خُدا کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو، رفیق کو جنون نہیں ہے۔

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ (الاعراف - ۳)

(لوگو) جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہُوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اُس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

۵ جمہوریّت کا بُت

مشرکین کا ایک اہم اصُول یہ بھی تھا کہ وُہ اپنی کثرت پر نازاں تھے۔ کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے کو وہ قِلّت و کثرت کے ترازو میں تولا کرتے تھے۔

ربِّ کریم نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر اِس معیار کو غلط اور لچر قرار دیا ہے۔

۶

اہلِ جاہلیّت اپنے آباؤ اجداد کے طرزِ زندگی کو بطور حُجّت پیش کیا کرتے تھے۔

ربِّ کریم ان کے اِس عقیدہ کو یوں بیان کرتا ہے :

فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى (طٰہٰ - ۵۱)

اچھّا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہُوا۔

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○ (المؤمنون - ۲۴)

ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سُنی تھی۔

۷ مُلوک اور صاحبِ ثروت

مشرکین اپنے حق میں ان افراد کو بھی بطور استدلال پیش کیا کرتے تھے جنہیں ذہنی اور عملی

صلاحیتیں حاصل تھیں اور ان لوگوں کو بھی اپنا پیشوا سمجھتے تھے جو یا تو بادشاہ تھے یا جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

ربِّ ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ الخ	اور ہم نے ان کو ایسے مقدور دیے تھے جو تم لوگوں کو نہیں دیے۔
وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○	اور وُہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خُوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس سے کافر ہوگئے پس کافروں پر خدا کی لعنت۔
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ○ (البقرہ - ۱۴۶)	وہ ان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

۸ غربا و مساکین سے بے التفاتی

مشرکین کی یہ بھی ایک عادتِ بد تھی کہ وُہ کسی چیز کے غلط ہونے کے لیے یہ کہتے کہ اس کو تسلیم کرنے والے کمزور اور غریب لوگ ہیں۔

قرآنِ کریم نے ان کی اس عادتِ بد سے یُوں پردہ اُٹھایا ہے:

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ○ (الشعراء - ۱۱۱)	وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوتے ہیں۔
اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ (الانعام - ۵۳)	کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔

اللہ کریم اس عادتِ بد کی تردید فرماتا ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ	بھلا خدا شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟

۹ علماءِ سُوء کی قیادت

اہلِ جاہلیّت اور مشرکین فاسق و فاجر اور علماءِ سُوء کو اپنا رہبر و راہنما سمجھا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی یُوں راہنمائی فرمائی کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (التوبہ-۳۴)

مومنو! بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور راہِ خدا سے روکتے ہیں۔

مشرکین کو ڈانٹ پلاتے ہُوئے فرمایا کہ:

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ؑ (المائدہ-۷۷)

کہو کہ اے اہلِ کتاب اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود) پہلے گمراہ ہُوئے اور اَور بھی اکثروں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

۱۰ قِلّتِ فہم

مشرکین دینِ حق کو اس لیے بھی تسلیم نہ کرتے کہ اس کو ان لوگوں نے مانا ہے جو فہم و فراست سے عاری ہیں اور قوّتِ حافظہ سے محروم ہیں۔ قرآنِ کریم ان کی اِس کج روی کو یُوں واضح کرتا ہے:

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ (ہود-۲۷)

اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمھارے پیرو وُہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے۔

۱۱ قیاسِ فاسد

مشرکین کے ہاں غلط قیاس سے اِستدلال کا عام رواج تھا جیسے:

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ (ابراہیم-۱۰) تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔

۱۲ قیاسِ صحیح سے انکار

قیاسِ صحیح کا انکار کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی۔ قیاسِ فاسد سے اِستدلال اور قیاسِ صحیح سے انکار کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان دونوں میں وجہِ امتیاز کو نہ سمجھا۔

۱۳ غلُوّ

اہلِ جاہلیّت کا اپنے عُلمار اور صالحینِ اُمّت کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ اور ان کی شان میں غلُوّ کرنا ان کا عام شیوہ تھا۔ ربِّ کریم نے مبالغہ آرائی سے یُوں روکا کہ:

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط (النسار۔ ۱۷۱)	اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

۱۴ نفی و اثبات

مشرکین کے مندرجہ بالا (۱۳) افعالِ بد کی بُنیاد ایک اصُول پر مبنی تھی اور وُہ تھا نفی و اثبات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات سے اِعراض کرنا اور اپنے ظن و تخمین کی پیروی۔

۱۵ ہٹ دھرمی

مشرکینِ جاہلیّت کی خُوئے بد ایک یہ بھی تھی کہ وُہ احکامِ الٰہیّہ کو یہ کہہ کر مُسترد کر دیتے کہ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں جیسے:

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط (البقرۃ۔ ۸۸)	اور کہتے کہ ہمارے دِل پردے میں ہیں۔
یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَہُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (ہود۔ ۹۱)	اے شعیبؑ! تمھاری بُہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو جُھوٹا قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی یہ ہٹ دھرمی ان کے کُفر اور ان کے دِلوں پر مُہر لگ جانے کی وجہ سے تھی۔

۱۶

کتبِ سماوی کے بدلے کتبِ جادُو پر عمل کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اِس فعل کو یُوں ذکر فرمایا ہے کہ :

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (البقرۃ - ۱۰۱-۱۰۲)

جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے خدا کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔ اور اُن (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سُلیمانؑ کے عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

۱۷

مشرکین کا ایک کفریہ اصول یہ بھی تھا کہ وُہ اپنے کفریہ اور مشرکانہ افعال کو انبیاء کی طرف منسوب کر دیتے تھے، جیسے ربِ کریم انبیاء کرام کی برأت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا (البقرۃ - ۱۰۲)

اور سلیمانؑ نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (آل عمران - ۶۷)

ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی، بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کے ہو رہے تھے اور اُسی کے فرمانبردار تھے اور مُشرکوں میں سے نہ تھے۔

۱۸ نِسبت میں تناقض

مشرکین کی ایک یہ بھی دو رُخی اور منافقت تھی کہ وُہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسُوب کرتے اور کہتے کہ ہم ابراہیمی ہیں لیکن آپؑ کی اِتباع سے بھی رُوگردانی کرتے۔

۱۹ عیب جوئی

مشرکینِ عرب بعض صُوفیاء کے قبیح اعمال کی وجہ سے صلحاءِ امّت پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے بھی باز نہیں آتے تھے جیسے یہودیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر الزام لگایا اور

عیسائیوں نے یہودیوں سمیت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجنون وغیرہ ہونے کی نسبت کی۔ العیاذ باللہ۔

۲۰ کہانت کو کرامت سمجھنا

مشرکینِ عرب، جادوگر اور کاہن کی شعبدہ بازی کو صلحاء کرام کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور طُرفہ یہ کہ بعض اوقات اِس شعبدہ بازی کو انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادُو کو منسوب کرنا۔

۲۱

مشرکین کی عبادت سیٹی اور تالی بجانے پر موقوف تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اِس قبیح حرکت کو یُوں بیان فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ

اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔

(الانفال - ۳۵)

۲۲

مشرکین نے اپنا دین صرف کھیل کُود اور تماشے کو بنا رکھا تھا۔

۲۳

مشرکین کو دُنیاوی عیش و عشرت نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور مال و متاع کی اِس فراوانی سے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم پر راضی ہے۔ ربِّ کریم ان کے اس گمانِ باطل کو یُوں بیان فرماتا ہے:

وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝

اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اَولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔

(سبا - ۳۵)

۲۴

کمزور اور مساکین لوگوں نے اِسلام قبول کرنے میں پہل کی اِس لیے مُشرکین نے تکبّر اور خود غرضی کی وجہ سے قبولِ حق سے انکار کیا۔ چنانچہ مسکین مسلمانوں کی توقیر کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اُس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔

(الانعام - ۵۲)

۲۵

مشرکین کے نزدیک احکامِ الٰہیہ کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ ان کو تسلیم کرنے والے کمزور افراد تھے۔ مشرکین کا یہ غلط اِستدلال قرآنِ کریم نے خود نقل کیا ہے کہ :

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ط (الاحقاف - ۱۱)

اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے۔

۲۶ تحریف

کتبِ الٰہیہ پر غور و فکر اور اُنہیں صحیح سمجھنے کے بعد اُن میں تحریف کرنا مُشرکین کا محبوب مشغلہ تھا۔

۲۷ غلط لٹریچر کی اشاعت

مشرکینِ عالم کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ وہ غلط اور بیہودہ کُتب لکھتے اور پھر نہایت ڈھٹائی سے یہ کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔

ربِّ کریم ان کی اس بے ہودگی کو یُوں واضح فرماتا ہے کہ :

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الخ

پس ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے۔

(البقرۃ - ۷۹)

۲۸

مشرکینِ عرب ان ہی مسائل کو صحیح سمجھتے جو ان کے گروہ کے مذعومہ عقائد کے مطابق ہوتے تھے، جیسے ان کا یہ کہنا کہ :

نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ

ہم تو (صرف) اُس کتاب پر ایمان لاویں

يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اس کے
(البقرۃ - ۹۱) علاوہ ہیں ان سب کا اِنکار کرتے ہیں۔

۲۹

مشرکینِ عالم کی ایک خصلتِ رذیلہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے ہی گروہ کے اصحابِ عقل ودانش کی صحیح باتوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اسی خصلت سے متنبہ فرماتا ہے کہ:

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ اگر تم صاحبِ ایمان ہوتے تو خدا کے پیغمبروں
مِنْ قَبْلُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ کو پہلے ہی کیوں قتل کیا کرتے۔
(البقرۃ - ۹۱)

۳۰ اِفتراق

عجائباتِ قدرت میں سے ایک یہ ہے کہ جب مشرکینِ جاہلیت نے ربِّ کریم کی وصیّت، اِتّحاد و اتّفاق کو ترک کر دیا اور افتراق و اِختلاف کے مرتکب ہوئے تو ہر گروہ اپنے کردار پر نازاں و فرحاں تھا۔

۳۱ اپنے ہی مسلک کی مخالِفت کرنا

یہ بات بھی نشاناتِ قدرت کا عجوبہ ہے کہ مشرکینِ عرب جس دین و مذہب کی طرف اپنے اپنے کو منسوب کرتے تھے اسی دین سے بے پناہ بُغض و عداوت رکھتے اور کفّار اور اُنکے دین و مذہب سے اِنتہائی محبّت و اُلفت رکھتے تھے جو ان کے اور ان کے نبی کے جانی دُشمن تھے، جیساکہ مُشرکین کا مُعاملہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے دین سے انہیں رُوشناس کرایا تو اُنھوں نے کُتبِ جادُو کو اپنایا جو سراسر فرعون اور اُس کی ذرّیت کا ورثہ تھیں۔

۳۲ اِنکارِ حق

مشرکین کا حق و صداقت سے انکار کرنا جب کہ وہ ایسے شخص کے پاس ہوتا جس کو وہ کمزور سمجھتے تھے۔

قرآنِ کریم ان کی اس خصلت کو یوں بیان کرتا ہے:

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ

(البقرۃ - ۱۱۳)

یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں، اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی رستے پر نہیں۔

۳۳

مشرکین کا ان اعمال سے انکار کرنا جن کو وہ اپنے دین کی بُنیاد قرار دیتے تھے، جیسے بیت اللہ کا حج۔

اللہ تعالیٰ اُن کی اس رَوِش کو حماقت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

(البقرۃ - ۱۳۰)

اور ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کون رُوگردانی کر سکتا ہے بجز اُس کے جو نہایت نادان ہو۔

۳۴

مشرکینِ عالم کی گروہ بندی کی مسابقت میں ہر فرقہ صرف اپنے ہی گروہ کو نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ ربِّ کریم نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا کہ:

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (البقرۃ-۱۱۱)

اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

اور پھر صحیح اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی فرمائی کہ:

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

(البقرۃ ۱۱۲)

ہاں جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے اور وُہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے۔

۳۵

مُشرکین کے ہاں برہنگی کو بہترین عبادت سمجھا جاتا تھا جیسے:

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ

(الاعراف-۲۸)

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے۔

٣٦

مشرکین کے ہاں حرام کو حلال قرار دینا بہترین اطاعت خیال کیا جاتا تھا، جیسے شرک کو عبادت سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

٣٧

مشرکینِ عالم کے یہاں عُلماء اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب اور مُشکل کُشا سمجھنا بھی عبادت سمجھا جاتا تھا۔

٣٨ الحاد

مشرکین صفاتِ الٰہیہ میں الحاد کے بھی مرتکب ہوئے تھے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ — تُم یہ خیال کرتے تھے کہ خُدا کو تمھارے بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں۔

(فصلت - ٢٢)

٣٩

مُشرکین کا اسمائے الٰہیہ میں الحاد کرنا جیسے :

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ — اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے

(الرعد - ٣٠)

٤٠

مشرکینِ عرب تعطیل[1] کے بھی قائل تھے جیسے آلِ فرعون کا قول۔

٤١

مشرکین نقائص کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کیا کرتے تھے۔

٤٢

مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں شرک کرنا جیسے مجوس کا قول تھا۔

٤٣

تقدیر کا اِنکار کرنا۔

---

[1] صفاتِ باری تعالیٰ کا اِنکار کرنے والوں کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ بیکار ہے کیونکہ اُس نے اپنی تمام صفات اپنے برگزیدہ بندوں میں تقسیم کر دی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ (مترجم)

۴۴

اللہ تعالیٰ کے خلاف حُجت قائم کرنا۔

۴۵

تقدیرِ الٰہی کا سہارا لے کر شریعت کے خلاف کرنا۔

۴۶

زمانے کو گالی دینا، جیسے مشرکین کہا کرتے تھے

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔

(الجاثیہ - ۲۴)

۴۷

اللہ تعالیٰ کے انعامات کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا۔ جیسے:

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا (النحل - ۸۳) یہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر ان سے انکار کرتے ہیں۔

۴۸

اللہ تعالیٰ کی آیات کا اِنکار کرنا۔

۴۹

بعض آیاتِ خداوندی کا اِنکار۔

۵۰

مشرکین کا یہ کہنا کہ:

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ خدا نے اِنسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔

۵۱

مشرکین کا قرآنِ کریم کے بارے میں یہ کہنا کہ:

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ یہ بشر کا کلام ہے۔

(المدثر - ۲۵)

۵۲

اللہ تعالیٰ کی حکمت میں عیب نکالنا۔

۵۳

ظاہری اور باطنی حیلوں اور بہانوں سے کام لینا تاکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے دینِ الٰہی کا خاتمہ ہو۔ جیسے :

وَمَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ط
(آلِ عمران - ۵۴)

ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالےٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○
(آلِ عمران - ۷۲)

اور اہلِ کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو (کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اس کے آخر میں انکار کر دیا کرو تاکہ وہ برگشتہ ہو جائیں۔

۵۴

اِس نیّت سے حق کا اقرار کرنا کہ اس کی تردید کا ذریعہ معلوم ہو جائے۔

۵۵ تعصّبِ مذہبی

مذہبی تعصب سے کام لینا بھی مشرکین کا عام دستور تھا جیسے :

وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط
(آلِ عمران - ۷۳)

اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور کے قائل نہ ہونا۔

۵۶

اِسلام کے اِتباع کو شرک قرار دینا بھی مشرکین کی عام رسم تھی جیسے :

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
(آلِ عمران - ۷۹)

کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوّت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔

۵۷

کتبِ الٰہیہ میں تحریف کرنا مشرکین کی عادتِ ثانیہ تھی۔

۵۸

اہلِ حق کو بے دین اور رذیل وغیرہ القاب سے پکارنا۔

۵۹

ربِ کریم کی ذاتِ پاک پر کذب و افتراء باندھنا۔

۶۰

مشرکین جب دلائل کے سامنے مغلوب اور شکست کھا جاتے تو پھر ملوک اور سلاطین کے ہاں شکوہ و شکایت لے جاتے تھے جیسے:

اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ — کیا آپ موسٰی (علیہ السلام) اور ان کی قوم کو یونہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں؟ (الاعراف - ۱۲۷)

۶۱

اہلِ اسلام کو مفسد ہونے کا عیب لگانا بھی مشرکین کی خصلتِ بد تھی جیسے مسئلہ نمبر ۶۰ میں ذکر ہوا ہے۔

۶۲

اہلِ اسلام پر یہ بھی الزام لگانا کہ وہ شاہی دین میں نقص نکالتے ہیں جیسے:

وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ — اور آپ کو، آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں۔ (الاعراف - ۱۲۷)

فرعون نے اہلِ وطن سے کہا کہ:

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ — مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل دے۔ (المؤمن - ۲۶)

۶۳

مشرکین کی اہلِ اسلام پر یہ تہمت بھی تھی کہ وہ شاہی معبودوں میں نقص نکالتے ہیں جیسے مسئلہ نمبر ۶۲ میں ذکر ہوا۔

۶۴

اہلِ اسلام پر مشرکین کا یہ بھی بہتان تھا کہ وہ دین میں ردّ و بدل کر دیں گے جیسے:

اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ○ (المؤمن - ۲۶)

مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ پیدا کردے۔

۶۵

اہلِ اسلام پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ بادشاہ کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ قرآن کریم کا لفظ "وَیَذَرَکَ" اسی معنٰی کو واضح کرتا ہے۔

۶۶ ترکِ حق

مشرکین کے دین میں جو باتیں حق ہوتیں ان پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے، جیسے نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا۔ لیکن درحقیقت وہ انہیں چھوڑ چکے ہوتے۔

۶۷ افراط

مشرکین عبادات میں اضافہ کرلینا باعثِ شرف خیال کرتے تھے جیسے محرم کی دس تاریخ (میں روزہ رکھنا وغیرہ)۔

۶۸ تفریط

مشرکین عبادات میں کمی کرنے کے بھی مُجرم تھے جیسے میدان عرفات میں ترکِ وقوف۔

۶۹ ترکِ واجب

پرہیزگاری کی آڑ میں واجبات کا ترک کرنا بھی مُشرکین میں عام تھا۔

۷۰

پاکیزہ رزق کو ترک کرنا مُشرکین کی بہترین عبادت تھی۔

۷۱

ربِ کریم کا عطا کردہ خوبصورت لباس استعمال نہ کرنا بھی مشرکین کی عبادت تھی۔

۷۲

لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دینا مشرکینِ عرب کا خاص مشغلہ تھا۔

۴۳

مشرکین عرب اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو ضرور کرتے تھے لیکن درحقیقت شریعت کو ترک کر چکے تھے۔ اللہ کریم نے ان سے اطاعت کا یُوں مطالبہ کیا کہ :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران - ۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبّت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تم سے محبّت کرنے لگیں گے

۴۴

دیدہ دانستہ کُفر کی طرف لوگوں کو دعوت دینا عام تھا۔

۴۵

مکر و فریب اور خطرناک سازشیں کرنا مشرکینِ عرب کا رات دن کا کھیل تھا جیسے قومِ نُوح کی عادتِ بد تھی۔

۴۶

مشرکینِ عرب کی قیادت یا تو عُلمائے سُو کے ہاتھ میں تھی اور یا جاہل صوفیاء کے قبضہ میں۔ قرآن مجید اس کی یوں وضاحت کرتا ہے۔

وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ - ۷۵)

ان میں سے کچھ لوگ کلام اللہ کو سُنتے، پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اسکو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔

۴۷

بے بُنیاد اور جھُوٹی آرزوں میں مبتلا ہونا بھی مشرکین میں عام تھا جیسے :

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ (البقرۃ - ۸۰)

اور کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھُو ہی نہیں سکے گی۔

دخولِ جنت کی خوش فہمی میں یوں گرفتار تھے۔

لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ (البقرہ - ۱۱۱)

کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جانے کا۔

۴۸

انبیاے کرام اور صالحینِ اُمت کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لینا مُشرکین کا

بدترین فعل تھا

۷۹

آثار انبیاء (علیہم السلام) کو عبادت گاہ بنانا بھی اہلِ جاہلیّت کا عام شیوہ تھا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

۸۰

قبروں پر چراغاں کرنا بھی مشرکین کی بدعملی تھی۔

۸۱

قبروں پر میلہ لگانا اور عُرس کرانا بھی اہلِ جاہلیّت کا دستور تھا۔

۸۲

قبروں کے پاس جانور ذبح کرنا بھی مشرکین کی اہم عبادت تھی۔

۸۳

بزرگوں کے آثار سے تبرّک حاصل کرنا بھی اہلِ جاہلیّت کی خُو تھی۔ جیسے دارالندّوۃ اور اس کے منتظمین۔ حکیم بن حزام جو دارالندّوۃ کے منتظمین میں سے تھا، کو ایک دفعہ کہا گیا کہ:

بعث مکرمۃ قریش — لوگوں نے قریش کے معزز و شریف شخص کو بھیجا ہے۔

حکیم بن حزام نے جواباً کہا کہ:

ذھب المکارم الّا التّقویٰ — شرافتیں ختم ہوگئیں صرف تقویٰ باقی ہے۔

۸۴

خاندانی شرافت پر فخر کرنا۔

۸۵

نسب اور رِشتہ میں عَیب لگانا۔

۸۶

ستاروں کی مختلف منزلوں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔

۸۷

نوحہ اور بَین کرنا۔

۸۸

اپنے نسب پر فخر کرنا مشرکین کی بہت بڑی فضیلت تھی چنانچہ قرآن کریم میں کئی

مقامات پر اس کی تردید کی گئی ہے ۔

۸۹

صحیح بات پر فخر کرنا بھی مشرکین اپنی بہت بڑی فضیلت خیال کرتے تھے لیکن اسلام نے فخر کو ممنوع قرار دے دیا ۔

۹۰

مشرکین کا سب سے اہم اور ضروری کام اپنے فرقہ کے فرد سے تعصّب اور اس کی ہر حالت میں مدد کرنا تھا، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ۔ ربِّ کریم نے اِسکی سخت مذمت کی ہے ۔

۹۱

مشرکین کے مذہب میں کسی شخص کو دوسرے شخص کے جُرم میں پکڑنا جائز تھا ۔ اس کی تردید میں فرمانِ باری ہُوا ، کہ

ولا تزر وازرة وزر اخرٰی — کوئی شخص کسی دوسرے کے جُرم میں سزاوارِ سزا نہیں ۔

۹۲

کِسی کے نسب میں عیب نکالنا بھی جاہلیّت کا ترکہ ہے جیسے ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کِسی شخص کی والدہ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ :

یا بن سوداء — اے کالی ماں کے بیٹے ؟

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصّے میں آگئے اور فرمایا :

اعیّرته بأمه انك امرؤ فيك جاهليّة ۔ — تُو نے اس کو اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی ہے ۔ ابھی تمہارے اندر جاہلیّت کی بُو موجود ہے [1] (متفق علیہ)

۹۳

بیت اللہ شریف کی تولیت پر فخر کرنا مشرکین کی عادت تھی ۔ اللہ تعالیٰ بایں الفاظ ان کی مذمت کرتا ہے ۔

---

[1] حضرت ابوذر غفاری ؓ نے صِرف یہ کہا تھا کہ "اے کالی ماں کے بیٹے !"
آج ہر مسلمان کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ اُس نے اپنی زبان اور قلم کو کس طرح بے لگام چھوڑ رکھا ہے ۔ (مترجم)

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ○ — وہ سرکشی کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بے ہودہ بکواس کرتے تھے۔

(المؤمنون - ۶۷)

۹۴

انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرنا، اِس زعمِ باطل پر ربِّ کریم ان کو یُوں متنبہ فرماتا ہے:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ — کہ یہ جماعت گزر چکی، ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

(البقرۃ - ۱۳۴)

۹۵

صنعت و حرفت پر فخر کرنا جیسے دو اہم تجارتی سفر کرنے والوں نے کھیتی باڑی کرنے والوں پر اپنی برتری کا اظہار کیا۔

۹۶

دُنیا اور اس کی زیب و زینت کی عظمت مشرکین کے دلوں پر چھا گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا قول یوں نقل فرماتا ہے کہ:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ — یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟

(الزخرف - ۳۱)

۹۷

اللہ تعالیٰ پر رُعب ڈالنا بھی ان کی ایک بہت بڑی حماقت تھی۔ جیسے مسئلہ ۹۵ میں ذِکر ہُوا۔

۹۸

فقراء اور مساکین کو حقیر سمجھنا مشرکین کی عام عادت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہوا کہ:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ — اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ (الانعام - ۵۲)
دعا کرتے ہیں اور اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (پاس سے) مت نکالو۔

۹۹

مشرکینِ عالم، انبیاے کرام علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کو اخلاص سے تہی دامن اور دُنیا دار ہونے کا طعنہ بھی دیا کرتے تھے۔ ربِ کریم نے فرمایا کہ:

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (الانعام - ۵۲)
ان کے حساب کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں۔

۱۰۰

فرشتوں کا اِنکار۔

۱۰۱

انبیاے کرام علیہم السلام کا اِنکار۔

۱۰۲

کتبِ سماویہ کا اِنکار۔

۱۰۳

اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی۔

۱۰۴

قیامت کا اِنکار۔

۱۰۵

اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے اِنکار۔

۱۰۶

انبیاے کرام علیہم السلام نے قیامت کے بارے میں جو پیش گوئیاں فرمائیں، ان میں سے بعض کا اِنکار۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس خصلت سے آگاہ فرماتا ہے:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ
یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات سے اِنکار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مالکِ یوم الدّین ہونے کی نفی، نیز فرمانِ خدا کہ لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة کی تکذیب بھی مشرکین کے عقائدِ باطلہ میں سے ہے۔

۱۰۷

جبت اور طاغوت پر ایمان لانا ان کا اصول تھا۔

۱۰۸

مشرکین کے دین کو مسلمانوں کے دین پر فضیلت دینا اہلِ جاہلیت کا عام دستور تھا۔

۱۰۹

حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ کرنا۔

۱۱۰

حق کو جانتے ہوئے چھپانا۔

۱۱۱

مشرکین کا گمراہ کُن اصول ایک یہ بھی تھا کہ وہ بغیر علم کے بہت سی بیہودگیاں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔

۱۱۲

حق کو جھٹلانے کے بعد ان کے اقوال و افعال میں واضح تضاد پیدا ہو گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (قٓ - ۵)

بلکہ جب ان کے پاس حق آپہنچا تو انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا، سو یہ ایک اُلجھی ہوئی بات میں ہیں۔

۱۱۳

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ بعض احکام پر ایمان اور بعض سے انکار۔

۱۱۴

انبیاے کرام علیہم السلام کے درمیان تفریق کرنا۔

۱۱۵

بغیر علم کے انبیاے کرام علیہم السلام کی مخالفت کرنا۔

۱۱۶

سلفِ اُمت کی اطاعت کا دعویٰ لیکن اعمال وکردار میں اُن کی مخالفت کرنا۔

۱۱۷

جو لوگ انبیاے کرام علیہم السلام پر ایمان لے آتے انہیں اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنا۔

۱۱۸

کُفر اور کافروں سے محبت کرنا۔

۱۱۹

پرندوں کو اُڑا کر فال لینا۔

۱۲۰

زمین پر خطوط وغیرہ کھینچ کر فال لینا۔

۱۲۱

فالِ بَد لینا۔

۱۲۲

کاہن بننا یا کاہن کے پاس جانا۔

۱۲۳

کسی بھی طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا۔

۱۲۴

لونڈی اور غلام کے نکاح کو بُرا سمجھنا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن

الحمدللہ کہ مسائل الجاہلیۃ کا اُردو ترجمہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ ہجریہ موافق ۱۱ دسمبر ۱۹۷۸ء صبح ۹½ بجے مکمل ہُوا۔

عطاءاللہ ثاقب

تفسیر
کلمۂ توحید

تألیف

مجدد الدعوة الاسلامیة شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ ——— ۱۲۰۶ھ

اردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجدّد الدّعوۃ الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے مفہوم پر روشنی ڈالیے تاکہ اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ امام الدّعوۃ السّلفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سیر حاصل علمی مقالہ سپردِ قلم فرمایا جس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

ہر مسلمان کے علم میں یہ بات رہنی چاہیے کہ کلمۂ توحید ہی کفر اور اسلام کے درمیان حدِّ فاصل ہے یہی کلمۃُ التّقویٰ اور عروۃُ الوثقیٰ ہے اور اسی کلمۂ توحید کے بارے میں ارشاد ہے

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (الزخرف-۲۸) اور یہی کلمہ اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وُہ (خُدا کی طرف) رجوع رہیں

کلمۂ توحید کا صرف زبانی اقرار کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ منافقین بھی اس کا زبانی اقرار کرتے نمازیں پڑھتے اور صدقہ و خیرات کرتے تھے۔ بایں ہمہ وُہ جہنم میں اسفل السافلین میں ہوں گے۔

کلمۂ توحید کے اقرار کا اُسی وقت فائدہ ہوگا جب کہ دِل میں اس کی محبّت و معرفت ہو، اور اہلِ ایمان سے بھی محبّت و اخوّت ہو اور یہ محبّت اُس وقت تک مکمّل نہ ہوگی جب تک کہ کلمۂ توحید کے مخالفین سے عداوات اور دُشمنی نہ ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لا الٰه الا الله خالصًا مّن قلبه — جو شخص خلوصِ دل سے لآ اِلٰہ اِلاّ اللہ کا اقرار کرے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ — جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کرے اور جن غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا انکار کرے۔

اس کے علاوہ بھی کتبِ صحاح میں احادیث نبویہ موجود ہیں جو کلمۂ توحید کے صرف زبانی اقرار کرنے والوں کی جہالت اور گمراہی پر دلالت کرتی ہیں۔

اس بات کو خاص طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کلمۂ توحید میں نفی اور اثبات دونوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق حتیٰ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریلؑ کے علاوہ اولیاء اللہ اور صالحینِ اُمّت سے اُلوہیّت کی نفی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اُلوہیّت کا ثبوت ہے۔

اس بات کو سمجھنے کے بعد اُس الوہیّت پر غور کرنا چاہیے جسے اللہ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور تمام مخلوق حتّٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام سے بھی نفی ہے اور فرمایا کہ رائی برابر بھی ان میں صفتِ اُلوہیّت نہیں۔ اور یہ وہی الوہیّت ہے جس کو عوام النّاس سِرّ اور ولایت کے نام سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہ کے معنیٰ ہیں ایسا ولی جس میں کوئی بھید یا سِرّ ہو دُوسرے لفظوں میں ایسے ولی کو فقیر اور شیخ کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ اور کچھ لوگ السّید بھی کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے بارے میں یہ تصوّر پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اولیاء کو ایک خاص مقام اس لیے عطا فرمایا ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہوں[1] ان سے اپنی اُمیدیں وابستہ کریں۔ ان سے پناہ طلب کریں اور ان کو میرے اور اپنے درمیان وسیلہ بنائیں۔

پس ہمارے اس دَور کے مشرکین ان اولیاء کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ اور مشرکین عرب ان کو الٰہ کہتے تھے اور واسطہ حقیقت میں الٰہ ہی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا کسی شخص کا کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کرنا وسیلہ کی تردید و نفی کرنا ہے۔

مندرجہ بالا نکتہ کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے دو باتوں کا جاننا بہت ضروری ہے آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کفار و مشرکین سے جنگ کرتے

---

[1] آج کل کی بولی میں ایسے شخص کے لیے "شاہ صاحب" کا لفظ عام بولا جاتا ہے۔ (مترجم)

رہے اور جن کے قتل کرنے، مال لوٹنے اور جن کے بچوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنانے کو جائز قرار دیا تھا وہ توحید ربوبیّت کے قائل تھے۔ توحید ربوبیّت یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ پیدا کرنے والا، رزق دینے والا، زندہ کرنے والا، موت دینے والا اور کائنات میں مدبّر الامور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کریم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ (یونس - ۳۱)	اُن سے پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دُنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔

مندرجہ بالا فرمانِ الٰہی پر غور فرمائیے کہ آیت کریمہ میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے کفّارِ عرب ان سب کو مانتے اور اقرار کرتے تھے۔ نیز وُہ صدقہ وخیرات بھی کرتے، حج اور عمرہ بھی ادا کرتے اور اس کے علاوہ بھی وُہ عبادات بجا لاتے تھے اور اللہ تعالےٰ سے ڈر اور خوف کی وجہ سے بعض محرّمات سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ بایں ہمہ اللہ تعالےٰ نے ان کو اسلام میں داخل نہیں کیا اور نہ ہی ان کی جانوں اور مال ومتاع کو محفوظ قرار دیا۔

مندرجہ بالا اعمال حسنہ کے باوجُود اللہ تعالےٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ ان کو قتل کرنا اور ان کا مال چھین لینا جائز رکھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ وُہ اللہ تعالےٰ کے لیے توحیدِ الوُہیّت کا اقرار نہیں کرتے تھے۔ توحیدِ الوُہیّت یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا نہ کسی کو پکارا جائے نہ کسی سے اُمیدیں وابستہ کی جائیں۔ اللہ کے سوا کسی سے فریاد نہ کی جائے۔ کوئی جانور غیر اللہ کے لیے ذبح نہ کیا جائے نہ کسی مقرب فرشتہ

کے لیے اور نہ ہی کسی نبی اور رسُول کے لیے۔ پس جو شخص غیر اللہ سے فریاد کرتا ہے۔ یا غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتا ہے۔ یا غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز مانتا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

قارئینِ کرام کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ وُہ مشرکینِ عرب جن سے رسُول اللہ ﷺ نے جنگ کی وُہ صالحین کو پکارا کرتے تھے جیسے ملائکہ ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام اور دُوسرے اولیاء کرام وغیرہ ؛ اور یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے وُہی رازق ہے اور وہی کائنات کا انتظام و انصرام کرنے والا ہے۔ با ایں ہمہ ان کو کافر قرار دیا گیا۔

اگر کوئی مشرک یہ کہے کہ ہم جانتے اور مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ، خالق اور مدبّر الامور ہے ۔ لیکن یہ صالحین جن کو ہم پکارتے ہیں اور جن کے نام کی ہم نذر و نیاز دیتے ہیں اور جن کی قبور پر جا کر ہم فریاد کرتے ہیں ہم ان کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے ہیں اور بس۔ ورنہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خالق و مالک اور کائنات کا نظم و نسق صرف اللہ تعالیٰ ہی کے تصرّف اور قبضے میں ہے۔

ایسے شخص کو یہ جواب دو کہ ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کیونکہ وُہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام اور ملائکہ اور دُوسرے اولیاء کرام کو پکارا کرتے اور یہی کہتے تھے کہ یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور بس

قرآنِ کریم ان کے اس عقیدہ کی یوں وضاحت کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ (الزمر-۳)

جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وُہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو خُدا کا مقرب بنا دیں۔

ایک دُوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ ۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَ

یہ لوگ خُدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں

يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خُدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں (یونس - ۱۸)

جب آپ نے اس بات کو اچھّی طرح سمجھ لیا کہ کفار و مشرکین توحید ربوبیّت کا اقرار کرتے تھے - یعنی خالق رازق اور مدّبر کائنات صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھنا۔ بایں ہمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملائکہ اور اولیاء کرام کی تعریف میں رطب اللسان رہنے سے اُن کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالےٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور ہمیں اللہ تعالےٰ کے قریب تر کرنے والی یہی بزرگ ہستیاں ہیں اور خصوصاً نصاریٰ میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو رات دن عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ وُہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کنائس میں زُھد کی زندگی بسر کرتے اِن اوصافِ حمیدہ کے باوجُود وُہ کافر اور اللہ کے دُشمن ہی ٹھہرے اور ان اعمالِ حسنہ کے باوجُود وُہ ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔ کیونکہ وُہ ان نفوسِ قدسیہ کو پکارتے اُن کے نام کی نذر و نیاز دیتے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے رہے۔

ان مشرکانہ عقائد کو سمجھنے کے بعد آپ پر اسلام کی حقیقت واضح ہو جائے گی جس کی طرف رسُولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو دعوت دی اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد حرف بحرف صادق ہوتا ہُوا نظر آئے گا جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ بدأ الاسلام غریباً وسیعود غریباً کمابدأ - اور یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائیگی کہ اکثر لوگوں کا اِسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

پس اے میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو اور حقیقی اسلام کو اوّل تا آخر سمجھو۔ اور اس کی اساس کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مضبوطی سے تھام لو اس کے معنی و مفہوم کو سمجھو۔ کلمہ توحید اور اس کے حاملین سے محبّت کرو۔ اور ان ہی کو اپنا بھائی بناؤ اگرچہ یہ لوگ تم سے دُور کسی دُوسرے مُلک میں ہی کیوں نہ ہوں اور ہر طاغوت سے انکار کردو اور ہر طاغُوتی طاقت اور اس کے حلیفوں سے علیحدگی اختیار کر لو اور ایسے لوگوں سے بھی تمہارا مقاطعہ ضروری ہے جو کسی بھی طاغوتی طاقت کی حمایت کرتے ہوں اور یا یہ کہتے ہوں کہ اِن کے بارے میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ انکا یہ کہنا اللہ پر سراسر کذب و بُہتان ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو مکلف ٹھہرایا ہے کہ وُہ ہر طاغوت کا اِنکار کریں اور اس سے اپنی برأت کا اظہار کریں اگرچہ وُہ ان کے سگے بھائی یا اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔

پس میں دوبارہ اپنے بھائیوں سے عرض کروں گا کہ وُہ کلمۂ توحید کو مضبوطی سے تھام لیں تاکہ جب وُہ اپنے ربّ کے حضور پیش ہوں تو مشرک نہ ہوں

اللھم توفنا مسلمین و الحقنا بالصّٰلحین۔ اٰمین

ہم اپنی گفتگو کو ایسی آیتِ کریمہ پر ختم کرتے ہیں جس کو سمجھنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دَور کے مشرکین کا کُفر اُن مشرکین سے بہُت بڑا ہے جن سے آنحضرتؐ نے جنگ کی تھی۔ ارشاد الہٰی ہے۔

وَ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاہُ فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَ کَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل - ۶۷)

اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وُہ تم کو (ڈوبنے سے) بچاکر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم مُنہ پھیر لیتے ہو۔ اور انسان ہے ہی ناشکرا۔

اِس آیتِ کریمہ کو غور سے پڑھو۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن کُفار کا ذکر کیا ہے جن کو جب کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو اپنے تمام بزرگوں اور مشائخ کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی سے بھی استغاثہ و فریاد نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کو اپنی تمناؤں کا مرکز بنا لیتے تھے اور صرف اللہ ہی سے استغاثہ و فریاد کرتے تھے لیکن جب تکلیف دُور ہو جاتی تو شرک میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

دُوسری طرف جب آپ موجُودہ مشرکین کو دیکھو گے جن میں بعض بزُعم خود وُہ عالم و فاضل اور زُہد و اجتہاد کے مدّعی بھی ہوتے ہیں جب ان کو کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو عین حالتِ مصیبت میں بھی وُہ غیر اللہ سے فریاد کرتے ہُوئے نظر آتے ہیں جیسے معروف کرخیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ نعوذ باللہ المستعان۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ بعض اوقات طواغیت، کافر، اور سرکش لوگوں سے بھی استغاثہ کرتے ہیں جیسے شمسان ادریس (اشقر) اور یُوسف وغیرہ۔ وَ اللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ

رسالہ

نواقضِ الاسلام

تألیف

مجدد الدعوة الاسلامیة شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوهاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ ——— ۱۲۰۶ھ

اُردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

اس بات کو اچھّی طرح جان لیجئے کہ اسلام کو توڑ دینے والے دس عمل ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا۔ ارشادِ خُدا وندی ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء ۱۱۶)	خُدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا۔
اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدہ)	جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا خُدا اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

غیر اللہ کے لیے کسی جانور کو ذبح کرنا بھی شرک کی ذیل میں آتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی جن یا کسی صاحبِ قبر کے لیے کوئی جانور ذبح کرے۔

② جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی کو وسیلہ سمجھ کر پکارے اس سے سفارش کا طلب گار ہو اور اس پر کسی قسم کا توکل اور بھروسہ کرے۔ ایسے شخص کو اجتماعی طور پر کافر قرار دیا گیا ہے۔

③ جو شخص مشرکین کو کافر نہ سمجھے یا اُن کے کفر میں شک کرے یا اُن کے مذہب کو صحیح سمجھے ایسے شخص کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے۔

④ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسُول اللہ ﷺ کے طریقے سے کوئی دُوسرا طریقہ افضل ہے یا رسُولِ کرم ﷺ کے فیصلے سے کسی دُوسرے شخص کا فیصلہ احسن ہے جیسے آنحضرت ﷺ کے فیصلے پر کسی طاغوت کے فیصلے کو افضل سمجھتا ہو تو ایسا شخص کافر ہے۔

⑤ جو شخص رسُول اللہ ﷺ کے لائے ہُوئے دین میں سے کسی ایک حکم سے بغض و عداوت رکھے اگرچہ اس پر عمل بھی کرتا ہو۔ پھر بھی اُسے کافر قرار دیا گیا ہے۔

⑥ جو شخص شریعت محمدیہ میں سے کسی بھی ایک حکم یا اس کے ثواب و عقاب کا مذاق اُڑائے۔ ایسے شخص کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ارشادِ خُداوندی ہے۔ کہ

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○	کہو۔ کیا تم خُدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسُول سے ہنسی کرتے تھے؟
لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ (التوبۃ ۶۵-۶۶)	بہانے مت بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

⑦ جادُو۔ صرف وعطف بھی اس کی ذیل میں آتا ہے۔ لہٰذا جو شخص جادُو کرے۔ یا جادُو پر رضامندی کا اظہار کرے ایسے شخص کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے۔ جیسے۔

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ	اور وُہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے
حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ	جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ)
فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط (البقرۃ ۱۰۲)	آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو۔

⑧ مشرکین کی مدد کرنا۔ یا مُسلمانوں کے خلاف اُن سے تعاون کرنا۔ جیسے حکمِ الٰہی ہے۔ کہ

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ	اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست
فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا	بناتے گا وُہ بھی اُنہیں میں سے ہوگا ،
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (المائدۃ)	بے شک خُدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

⑨ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بعض افراد کو شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرنے کی اجازت ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے حضرت خضر علیہ السلام کو اجازت تھی۔ تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔

⑩ دین الٰہی سے اعراض کرنا نہ تو اس کا علم حاصل کرنا اور نہ ہی اس پر عمل کرنا جیسے ارشادِ خُداوندی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ	اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جس
بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ط	کو اُس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ	کی جائے تو وُہ اُن سے مُنہ پھیرلے ہم
مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدۃ ۲۲)	گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں

مندرجہ بالا دس نواقض الاسلام میں سنجیدگی، مذاقیہ اور کسی ڈر کی وجہ سے گرفتار انسان برابر کے شریک ہیں۔ البتہ (مکرہ) مجبور شخص مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا مندرجہ امور حد درجہ خطرناک ہیں اور یہی امور کثرت سے واقع بھی ہوتے ہیں۔ پس ہر مُسلمان کو چاہیے کہ وُہ اپنے آپ کو اُن سے بچائے۔ اور ان میں گرفتار ہونے سے ڈرتا رہے ہم اللہ تعالےٰ کے غضب اور دردناک عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمّد
وآله وصحبه أجمعين

معنى الطاغوت ورؤوس أنواعه

تأليف

مجدد الدعوة الاسلامية شيخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوهاب التميمي رحمه الله

١١١٥ھ ——— ١٢٠٦ھ

اردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس بات کو اچھی طرح جان لیجئے کہ ابن آدم پر سب سے پہلے جو چیز فرض کی گئی تھی کہ وُہ طاغوت سے کفر کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ؕ	اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔

طاغوت سے کفر کی صُورت یہ ہے کہ تم غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھو۔ اس سے بغض اور عداوت رکھتے ہُوئے اس کو چھوڑ دو۔ اور جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اُن کو کافر سمجھ کر اُن سے دشمنی رکھو۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ تم یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا اور وُہی معبودِ واحد ہے۔ اور یہ کہ عبادت کی تمام اقسام کو اسی کے لیے خالص سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودانِ باطل سے نفی کر دو۔ نیز اہلِ اخلاص سے محبّت و اخوّت کا رشتہ جوڑو۔ اور مشرکین سے بغض و عداوت رکھو۔

یہی وُہ ملّتِ ابراہیم علیہ السلام ہے جس نے اس سے اعراض کیا اُس نے اپنے آپ کو بے وقوفوں میں شمار کر لیا۔ اور یہی وُہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی ربّ کریم ہمیں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ۔ (الممتحنۃ ۴)	تمہیں ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی نیک چال چلنی (ضرور) ہے جب اُنہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم خُدا کے سوا پُوجتے ہو بے تعلق ہیں (اور تمہارے معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور جب تک تم خُدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھُلّم کھلا عداوت اور دُشمنی رہے گی۔

یاد رکھیے کہ لفظ طاغوت میں عمومیّت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر وُہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے اور وُہ اپنی عبادت پر راضی ہو۔ خواہ وُہ معبود یا متبوع یا مطاع ہو وُہ طاغوت ہے ویسے تو دُنیا میں طاغوت بے شمار ہیں۔ لیکن ان میں سے بڑے بڑے پانچ ہیں۔

① شیطان جو غیر اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ جیسے ارشادِ الٰہی ہے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰا بَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○	اے آدم کی اولاد ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پُوجنا وُہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

② وُہ جابر اور ظالم حکمران جو احکامِ الٰہی میں ردّ و بدل کا مرتکب ہو۔ جیسے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ○ (النسآء۔ ٦٠)	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہُوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہُوئیں۔ ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس سے اعتقاد نہ رکھیں۔ اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دُور ڈال دے۔

③ وُہ حاکمِ وقت بھی طاغوت ہے جو کتاب و سنّت کے موافق فیصلہ نہ کرے جیسے ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المائدہ ۴۴)	اور جو خُدا کے نازل فرمائے ہُوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

④ اللہ تعالےٰ کے سوا جو بھی علم غیب کا دعوےٰ کرے وُہ بھی طاغوت ہے جیسے

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ	(وُہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔

ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (الجن-٢٦-٢٧)

ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اُس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام-٥٩)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُن کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اُسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتّا نہیں جھڑتا مگر وُہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہُوئی) ہے

⑤ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی عبادت کی جائے اور وُہ اپنی عبادت پر خوش ہو وُہ بھی طاغوت ہے۔ جیسے ارشادِ الٰہی ہے

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانبیآء-٢٩)

اور جو شخص اِن میں سے یہ کہے کہ خُدا کے سوا میں معبود ہُوں تو اُسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اس بات کو اچھّی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وُہ قسم کے طاغوت کا انکار نہ کرے۔ مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ اس پر دلالت کناں ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ-٢٥٦)

تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خُدا پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسّی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور خُدا (سب کچھ) سُنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔

رشد و ہدایت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دینِ حنیف ہے اور گمراہی و غیّ ابوجہل کے طریقے کا نام ہے اور عُروۃُ الوثقیٰ لاالٰہ الااللہ کی شہادت دینا ہے اور کلمہ شہادت نفی و اثبات کو متضمن ہے۔ بایں معنی کہ عبادت کی تمام اقسام کی غیراللہ سے نفی کرتا ہے۔ اور عبادت کی تمام اقسام کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ثابت کرتا ہے۔

تمّت الرّسالۃ

اربع قواعد

من

قواعد الدین

تالیف

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

ترجمہ وتفہیم

مولانا محمود احمد غضنفر صاحب

مبعوث دار الافتاء السعودیة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں عرشِ عظیم کے مالک اللہ کریم کی بارگاہِ عالیہ میں آپ کے لیے دُعا گو ہوں کہ وہ دُنیا و آخرت میں آپ کا نگہبان ہو، ہمیشہ کے لیے آپ کو بابرکت بنائے اور اُن لوگوں کے زُمرے میں شامل کرے جنہیں جب کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اور جب مصائب میں مُبتلا ہوتے ہیں تو صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب کبھی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں بلاشبہ یہ تینوں حالتیں سعادت کی علامت ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ملّتِ ابراہیم علیہ السّلام اس بات کا نام ہے کہ تم پُورے اخلاص و محبّت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس نے تمام لوگوں کو اسی کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ الذاریات-۵۶

اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خالصتاً اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ جو عبادت توحید کے بغیر ہو گی وہ عبادت ہی نہیں کہلائے گی، جیسا کہ بغیر وضو کے نماز کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔

جس وقت عبادت میں شرک داخل ہو جائے تو عبادت فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ وضو کی حالت میں ہوا کے اخراج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ (التوبہ-۱۷)

مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ شرک کی آمیزش عبادت کو فاسد کر دیتی ہے۔ شرک ایک ایسی لعنت ہے جس کے ارتکاب سے تمام اعمالِ صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ مشرک کو ابدی جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس لیے یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے جس کے متعلق تمام تر معلومات حاصل کرنا از حد ضروری ہیں تاکہ آپ اس کے جال سے بچ سکیں۔ شرک سے متعلق اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النسآء - ۴۸)

بلاشبہ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

اور یہ مسئلہ دین کے ان چار بنیادی اُصولوں کو سمجھ لینے سے ذہن نشین ہو گا جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تذکرہ فرمایا ہے۔

پہلا اُصول

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ وہ کفار جن کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگیں لڑیں وہ اس بات کے اقراری تھے کہ اللہ تعالیٰ خالق، رازق، زندگی و موت دینے والا اور کائنات کے تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے۔ بطورِ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (یونس - ۳۱)

(اُن سے) پوچھو کہ تمہیں آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا کون مالک ہے اور بے جان سے جاندار کو کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کو کون پیدا کرتا ہے اور دُنیا کے کاموں کا کون انتظام کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (خدا) سے ڈرتے کیوں نہیں۔

دُوسرا اصُول

مشرکین کا یہ کہنا ہے کہ ہم صالحین کی قبروں کی طرف متوجہ ہو کر اس لیے انہیں پکارتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ ہم اُن کی سفارش اور قُرب کے ذریعے ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور اُن سے کچھ نہیں چاہتے۔ اُن کے اس عقیدے کی دلیل قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں پائی جاتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝ (الزمر-۳)

اور جن لوگوں نے (اللہ) کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ اُن کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ناشکر گزار ہے۔

شفاعت کی دلیل اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد میں پائی جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (یونس-۱۸)

اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں اور نہ ہی انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتلاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور (اس کی شان) اُن کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

شفاعت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ منفی شفاعت ۲۔ مثبت شفاعت

منفی شفاعت اُسے کہتے ہیں جو غیر اللہ سے کی جائے اور وہ اس پر قادر نہ ہو۔ بطور دلیل یہ آیت ملاحظہ فرمائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا

اے ایمان والو جو (مال) ہم نے تمہیں دیا ہے

مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۚ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرة-۲۵۴)	اس میں سے اُس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔

قیامت کے روز شفاعت کرنے والے کی عزت و تکریم سفارش کی بنا پر ہوگی۔ اور سفارش کی اجازت بھی اسی کے حق میں ملے گی جس کا کوئی قول یا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آگیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی کسی کے لیے سفارش نہیں کر سکے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ-۲۵۵)	کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے۔

تیسرا اصُول

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اُن لوگوں میں ہوا جو کائنات کی متعدد اشیاء کے پجاری تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے جو چاند اور سُورج کی پوجا کرتے اور ایسے بھی تھے جو صالحین کی بندگی کرتے اور ایسے بھی تھے جو انبیاء کرام۔ ملائکہ مقربین اور حجر و شجر کے پجاری تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تفریق تمام کے خلاف جہاد کیا۔ بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۝ (البقرۃ-۱۹۳)	اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابُود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے۔

عبادتِ شمس و قمر کی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حٰمٓ السجدۃ-٣٧)

رات اور دن، سُورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم لوگ نہ تو سُورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم خاص اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

عبادتِ صالحین کی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ○

(بنی اسرائیل-٥٧)

کہہ دو (مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود) ہونے کا گمان ہے ان کو بُلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دُور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعۂ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں اللہ کا زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کے اُمیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

عبادتِ ملائکہ کی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تم کو پُوجا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے بلکہ یہ جنّات کو پوجا کرتے تھے اور اکثر انہیں کو مانتے

يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ○ فَالۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ○ (سورۃ سبا-۴۲)

تھے۔ تو آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ دوزخ کے عذاب کا جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے مزا چکھو۔

عبادتِ انبیا کی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ ؕ اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ ؕ تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ○ مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ ۚ وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ○ اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ○ (المائدہ-۱۱۸)

اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بناؤ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے میرے لئے کیسے لائق تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہوگا تو تجھے معلوم ہوگا کیونکہ جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے میں اسے نہیں جانتا بیشک تو علّام الغیوب ہے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ بجز اس کے جس کا تُو نے مجھے حکم دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کی خبر رکھتا رہا جب تُو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

عبادتِ شجر و حجر کی دلیل

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ حنین کے لئے نکلے صورتِ حال یہ تھی کہ ہم ابھی تازہ ترین مسلمان ہوئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ مشرکین ایک بیری کے درخت کو متبرک سمجھتے ہیں اور وہاں اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنا اسلحہ اس کے ساتھ لٹکاتے ہیں اور اُسے ذاتِ انواط کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہمارے لیے بھی اس ذاتِ انواط جیسا کوئی مقام مقرر فرما دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے ارشاد فرمایا، اللہ اکبر پہلی قوموں کی ایسی ہی عادات رہی ہیں۔ بخدا تم نے تو ویسا ہی مطالبہ کیا جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا۔ جس کا قرآنِ مجید نے یوں تذکرہ فرمایا ہے۔

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(الاعراف - ۱۳۹)

(بنی اسرائیل) کہنے لگے اے موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو، موسیٰ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس (شغل) میں پھنسے ہوتے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں بیہودہ ہیں اور یہ بھی کہا بھلا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں تمام اہلِ عالم پر فضیلت بخشی ہے۔

چوتھا اصول

ہمارے دَور کے مشرک قرونِ اُولیٰ کے مشرکین سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ قرونِ اُولیٰ کے مشرک مصائب کے وقت اللہ ہی کو پکارتے اور زمانہ خوشحالی میں شرک کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے دَور کے مشرک خوشحالی کے ایام ہوں یا تنگدستی کے۔ ہر دو صورت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور دائمی طور

پر شرک میں مبتلا رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ○ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○

(العنکبوت۔۶۶)

پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

والحمد لله ربّ العٰلمين وصلّى الله على محمّد وعلى اٰله وصحبه أجمعين ۔

رسالہ احکام الصلوٰۃ

تالیف

مجدد الدعوۃ الاسلامیۃ شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ ——— ۱۲۰۶ھ

اردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابُ شروطِ الصّلوٰۃ

نماز کی (۹) شرطیں ہیں

(۱) مُسلمان ہونا
(۲) عقل مند ہونا
(۳) صحیح اور غلط میں امتیاز کرنا
(۴) پاک وصاف ہونا
(۵) ستر کو ڈھانپنا
(۶) نجاست سے بچنا
(۷) نماز کے وقت کا علم ہونا
(۸) قبلہ رُخ ہونا
(۹) نیت کرنا

بابُ ارکانِ الصّلوٰۃ

نماز کے (۱۴) رُکن ہیں

(۱) قیام پر قدرت رکھتے ہوئے قیام کرنا
(۲) تکبیر تحریمہ کہنا
(۳) سورۃ فاتحہ پڑھنا
(۴) رکوع کرنا
(۵) رکوع سے اُٹھنا
(۶) رکوع سے اُٹھ کر اعضاء کو اعتدال پر لانا
(۷) سجدہ کرنا
(۸) سجدہ سے اُٹھنا

۹ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا
۱۰ مندرجہ بالا تمام حالتوں میں اطمینان
۱۱ ترتیب کو ملحوظ رکھنا
۱۲ آخری تشہد
۱۳ تشہد میں بیٹھنا
۱۴ پہلا سلام پھیرنا

بابُ مُبطلاتِ الصّلوٰۃ

نماز کو ضائع کرنے والے ۸ کام ہیں

۱ جان بُوجھ کر بات کرنا
۲ ہنسنا
۳ کھانا
۴ پینا
۵ ستر کو ننگا کرنا
۶ قبلہ سے منہ پھیرنا
۷ بہُت سی بے ہُودہ حرکتیں کرنا
۸ نجاست کا خارج ہونا۔

بابُ واجباتِ الصّلوٰۃ

نماز میں ۸ کام واجب ہیں

۱ تکبیر تحریمہ کے علاوہ تمام تکبیرات کہنا۔
۲ امام اور مقتدی کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا
۳ ربنا ولک الحمد کہنا
۴ رکوع میں تسبیحات کہنا
۵ سجدہ میں تسبیحات کہنا
۶ دونوں سجدوں کے درمیان ربِّ اغفرلی کہنا۔ یہ تسبیح ایک بار کہنا واجب ہے۔

⑦ پہلا تشہد۔ کیونکہ رحمتِ عالم ﷺ ہر نماز میں ساری زندگی پہلے تشہد میں بیٹھتے رہے اور اس کا حکم بھی فرمایا۔ نیز ایک بار بھول گئے تو یاد آنے پر سجدۂ سہو کیا۔

⑧ پہلے تشہد میں بیٹھنا۔

بابُ فرائضِ الوضوءٗ

وضو میں ⑥ کام فرض ہیں

① چہرے کو دھونا
② دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا
③ پُورے سَر کا مسح کرنا
④ دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا
⑤ ترتیب کو ملحوظ رکھنا۔
⑥ یکے بعد دیگرے اعضاء کو دھونا

بابُ شروطِ الوضوءٗ

وضو میں ⑤ شرطیں ہیں

① پانی کا پاک ہونا
② اِنسان کا مُسلمان اور باتمیز ہونا
③ کِسی مانع وضو کا نہ ہونا
④ چمڑے تک پانی کا پہنچنا۔
⑤ وقت کا صحیح تعین ہونا

بابُ نواقضِ الوضوءٗ

وضو ⑧ چیزوں سے ٹُوٹ جاتا ہے

① سبیلین سے کسی چیز کا خارج ہونا۔

(۲) بدن سے کسی چیز کا حد سے زیادہ نکلنا۔
(۳) نیند یا کسی بھی وجہ سے عقل کا زائل ہونا۔
(۴) شہوت سے عورت کو چھونا۔
(۵) دُبر یا عضوِ خاص کو ہاتھ لگانا
(۶) میّت کو غسل دینا
(۷) اُونٹ کا گوشت کھانا۔
(۸) مُرتد ہو جانا۔

اَعَاذَنَا اللّٰہ مِنْہا

وَاللّٰہُ اَعْلَم،

تمّت الرِّسَالۃ

العقیدۃ الطحاویۃ

تالیف

حجۃ الاسلام ابو جعفر الوراق الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و تفہیم

مولانا محمود احمد غضنفر صاحب

مبعوث دار الافتاء السعودیۃ

سلسلۂ نسب

ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب الازدی الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ

صحراءِ مصر کی ایک بستی کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر طحاوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

پیدائش

علامہ طحاوی ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے

تعلیم و تربیت

سنِ بلوغت کو پہنچے تو تحصیلِ علم کے لئے مصر منتقل ہوگئے۔ ابتداء میں اپنے خالو اسمٰعیل بن یحییٰ المازنی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ جیسے ہی علم میں وسعت پیدا ہوتی گئی ویسے ہی مسائل فقہیہ میں انہماک بڑھتا گیا، علامہ موصوف نے تین صد شیوخ سے کسبِ فیض اور تربیت حاصل کی۔

مصر میں آنے والے ہر عالم کی خدمت میں حاضر ہوتے تاکہ ان سے تبادلہ خیال کریں۔ اس طرح آپ متنوع قسم کے علوم سے مستفیض ہوتے۔ اور علمی میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ بہت بڑے امام، محدث، فقیہہ اور محافظِ دین کہلاتے۔

علامہ ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، جید عالم، فقیہہ اور ایسے دانشمند انسان تھے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ، محدّث، حافظ، معروف شخصیت، ثقہ راوی، جیّد عالِم اور زیرک انسان تھے۔

علامہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں رقم طراز ہیں۔

"علامہ طحاویؒ جید عالِم اور بلند پایہ محدِّث تھے"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقِ خاطر

علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ استدلال سے بہت زیادہ متأثر تھے۔ اس لئے عمر بھر حنفی مسلک کی نشر و اشاعت کرتے رہے، اسی بنا پر آپ کو حنفی مسلک کا بہت بڑا وکیل سمجھا جاتا تھا۔

تصانیف

۱: العقیدۃ الطحاویہ

بظاہر یہ چھوٹی سی کتاب ہے لیکن فائدہ کے اعتبار سے عظیم تر کتاب متصوّر ہوتی ہے۔ اِس چھوٹی سی کتاب کے بارے میں علماء کا تبصرہ یہ ہے کہ

"علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "عقیدۂ طحاویہ" میں ہر وہ چیز جمع کر دی ہے جس کی ہر مسلمان کو ضرورت تھی"

۲: معانی الآثار ۳: مشکل الآثار ۴: احکام القرآن ۵: المختصر ۶: الشروط ۷: شرح الجامع الکبیر ۸: شرح الجامع الصغیر ۹ النوادر الفقہیہ ۱۰: الرد علیٰ ابی عبید ۱۱: الرد علیٰ عیسیٰ بن ابان

وفات

ذی القعدۃ ۳۲۱ھ بروز جمعرات کو وفات پائی۔ اور قرافہ نامی بستی میں دفن کئے گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحیدِ باری تعالیٰ

توفیقِ ایزدی کے ساتھ توحیدِ باری تعالیٰ سے متعلق ہم اس اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں

۱

بلاشبہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ۔

۲

کائنات کی کوئی بھی چیز اُس کی مثل نہیں ۔

۳

اور نہ ہی کوئی چیز اسے عاجز کر سکتی ہے ۔

۴

اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔

۵

وہ قدیم ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں اور وہ دائم ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ۔

۶

وہ ذات نہ فنا ہوگی اور نہ ہی ختم ہو گی ۔

۷

اِس جہاں میں وہی کچھ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے ۔

۸

انسانی خیالات اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ۔ اور نہ ہی عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے ۔

۹

مخلوق کے ساتھ اُس کی تشبیہہ نہیں دی جاسکتی۔

۱۰

وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی وہ محافظ ہے اسے نیند نہیں آتی۔

۱۱

وہ سب کائنات کا خالق ہے حالانکہ اسے اس کی کوئی حاجت نہیں اور وہ سب کا رازق ہے بغیر کسی تکلیف کے۔

۱۲

وہ سب کو موت کی نیند سلا دینے والا ہے بغیر کسی ڈر کے اور سب کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے بغیر کسی مشقت کے۔

۱۳

وہ ہمیشہ سے اپنی تمام تر صفات کے ساتھ قدیم ہے. مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے جن اوصاف سے متصف تھا. مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس کے کسی وصف میں اضافہ نہیں ہوا وہ اپنی جملہ صفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا

۱۴

خدا تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اپنے لئے خالق کا نام وضع نہیں کیا۔ اور نہ ہی (بریت) کو معرض وجود میں لا کر "باری" کا نام اختیار کیا۔

۱۵

خداوند ذوالجلال کسی پلنے والے کے بغیر بھی ربوبیّت کے مقام پر فائز ہے اور وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کے بغیر بھی خالق ہے۔

۱۶

جیسا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرنے کے بعد محی (زندہ کرنے والا) کہلاتا ہے بعینہ وہ زندہ کرنے سے پہلے بھی اس نام کا مستحق ہے۔ اسی طرح وہ ذات مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی خالق

کے نام کا استحقاق رکھتی ہے۔

۱۷

وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اُس کی محتاج ہے۔ ہر کام اُس کے لئے آسان ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی کوئی مثال نہیں وہ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔

۱۸

خداوندِ ذُوالجلال نے مخلوق کو اپنے علم سے پیدا کیا۔

۱۹

خدا تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں بنائیں۔

۲۰

اس نے مخلوق میں سے ہر ایک کا آخری وقت متعین کیا۔

۲۱

مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں تھی۔ اور وہ لوگوں کو پیدا کرنے سے پہلے یہ جانتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کچھ کرنے والے ہیں۔

۲۲

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اور انہیں اپنی نافرمانی سے روکا۔

۲۳

کائنات کی ہر چیز اس کے ارادے کے مطابق چلتی ہے۔ اِس جہاں میں اسی کی مشیّت نافذالعمل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

۲۴

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہ اپنے فضل وکرم سے ہر ایک کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ عدل وانصاف کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے گمراہ، رُسوا اور آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۲۵
تمام دنیا اللہ تعالیٰ کی حکومت میں اُس کے فضل وکرم اور عدل وانصاف کے مابین زندگی کے مختلف مسائل سے دوچار ہے۔

۲۶
وہ ذات ہمسروں اور شرکاء سے بلند تر ہے۔

۲۷
اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو کوئی ٹال نہیں سکتا اُس کے حکم کا کوئی تعاقب نہیں کرسکتا اور اُس کے فیصلوں پر کوئی غالب نہیں۔

۲۸
ہم کلیتہً (مکمل) اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا یقین کامل ہے کہ ہر چیز اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۲۹ بلاشبہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اس کے منتخب نبی اور پسندیدہ رسول ہیں۔

۳۰
آپ ﷺ خاتم الانبیاء، امام الاتقیاء، سیّد المرسلین اور پروردگارِ عالم کے محبوب ہیں۔

۳۱
آپ ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعوےٰ گمراہی وجہالت ہے۔

۳۲
آپ ﷺ جن وانس اور پوری کائنات کی طرف حق وصداقت، رشد وہدایت اور نور وضیاء کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔

۳۳ قرآنِ مجید

بلاشبہ قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے۔اس کتاب سے بغیر کسی کیفیّت کے اللہ تعالیٰ کی بات کا اظہار ہوتا ہے۔اِس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام پر وحی کی صورت میں نازل فرمایا۔مومنین نے حق سمجھتے ہوئے اِس کی تصدیق کی اور وہ اِس بات پر یقین لے آئے کہ یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔یہ انسانوں کے کلام کی طرح مخلوق نہیں ہے۔جس نے اسے سُنا اور دِل میں اِس بات کا یقین لے آیا کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان کی مذمت کی ہے اور اسے جہنم کے عذاب سے ڈرایا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سأصليه سقر (عنقریب اسے جہنم واصل کر دوں گا) اور یہ حکم اس انسان سے متعلق ہے جس نے اس بات کا اظہار کیا ان هذا إلا قول البشر (یہ تو ایک انسان کی بات ہے) ہم نے اس حقیقت کو جان لیا اور یقین لے آئے کہ یہ خالقِ بشر کا قول ہے اور یہ انسان کے کلام سے مشابہ نہیں ہے۔

۳۴

جس نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کی انسان کے اوصاف کے ساتھ تشبیہہ دی اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔جس نے اس میں بنظرِ بصیرت غور کیا اس نے نصیحت حاصل کی اور کفار کے اقوال و نظریات سے بچ نکلا اور وہ اس حقیقت کو جان گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات انسان کی صفات سے مشابہت نہیں رکھتی ہیں۔

۳۵

اہلِ جنّت کا اپنے پروردگار کو دیکھنا برحق ہے لیکن یہ رُؤیت بغیر کسی احاطہ اور کیفیّت کے ہوگی جیسا کہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے۔

وجوه يومئذٍ ناظرة	اُس روز بہت سے منہ رونق دار ہوں گے
الىٰ ربّها ناظرة ○	(اور) اپنے پروردگار کے محوِ دیدار ہوں گے۔

اس کی تفسیر وہی قابلِ قبول ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی منشاء اور علم کے مطابق ہوگی۔اور اس ضمن میں

جتنی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث وارد ہیں وہ سب معتبر متصوّر ہوں گی۔
تفسیرہ علی ما أراد کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اس کی تفسیر کرتے ہوتے اپنی رائے اور ذاتی خواہش کو فوقیت نہیں دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اُسی انسان کا دین محفوظ رہتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسُول علیہ السلام کے سپرد کردے اور جس مسئلے میں اشتباہ پیدا ہو جائے اس کی وضاحت کے لیے کسی عالِم کی طرف رجوع کرے۔

۳۶

جو کتاب وسُنّت کے دلائل کو تسلیم نہیں کرتا اُس کا اسلام لانا ہی ثابت نہیں ہوتا جس نے بغیر علم کے اصولِ دین میں گفتگو کی اور اس کی فہم وبصیرت نے تسلیم و رضا کا انداز اختیار نہ کیا اسے خالص توحید، معرفتِ دین اور صحیح ایمان نصیب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ کفر و ایمان، تصدیق و تکذیب اور اقرار و انکار کے درمیان مذبذب رہتا ہے۔ اس کی حالت ہمیشہ شکی المزاج اور وسوسوں میں مبتلا انسان کی سی ہو جاتی ہے نہ تو وہ تصدیق کرنے والا مومن رہتا ہے اور نہ ہی تکذیب کرنے والا منکر۔

۳۷

اہلِ جنّت کا خداوندِ ذُوالجلال کو کسی متعیّن[1] کیفیت میں دیکھنا ثابت نہیں۔ ربِّ ذُوالجلال والاکرام کی طرف منسوب صفات کو بغیر کسی تاویل کے تسلیم کر لینا ہی مسلمانوں کا وطیرہ ہے۔
جو بھی نفی صفات یا تشبیہہ ذات کا مرتکب ہوا وہ راہِ حق سے پھسل گیا ہمارا پروردگار اللہ عزوجل یکتا و بےمثل ہے،

۳۸

اللہ عزّوجل حدُود و قیود اور جسمانی ارکان واعضاء سے بالاتر ہے اور نہ ہی عام اشیاء

---

[1] اہلِ جنّت کا اللہ تعالیٰ کو مطلقاً دیکھنا تو ثابت ہے لیکن دیکھنے کی کیفیت متعیّن نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی خاص شکل کے ساتھ تشبیہہ نہیں دی جاسکتی۔

کی طرح جہاتِ ستہ اس پر حاوی ہیں۔

۳۹

معراج برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو سیر کرائی اور بیداری کے عالم میں آپ کے جسد اطہر کو معراج کرایا۔ پھر بلندیوں پر اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا لے گیا۔ اور اپنی منشاء کے مطابق آپ کو عزت بخشی۔ فأوحىٰ إلى عبده ما أوحىٰ۔ ما كذب الفؤاد ما رأى۔ دنیا و آخرت میں آپ ﷺ پر درود و سلام ہو۔

۴۰

حوضِ کوثر برحق ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی اور اسے اُمت کی سیرابی کا ذریعہ بنایا

۴۱

اُمّت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی برحق ہے جیسا کہ متعدد احادیث

اس جملہ میں مُشبّہ اور معطلہ ہر دو فرقوں کا رد کیا گیا ہے۔ مجسمہ اور مشبّہ یہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جسم اور اعضاء ہیں اور وہ باقاعدہ اِن کی تشبیہہ دیتے ہیں۔

اور معطلہ کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ بذاتہٖ کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے اور وہ اپنی مخلوقات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ اور جہاتِ ستہ (یعنی مشرق، مغرب، شمال، جنوب اوپر نیچے) میں گھرا ہوا ہے حالانکہ اللہ عزوجل اِن تمام کیفیات سے بالاتر اور پاکیزہ ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَىْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ — اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سُننے اور دیکھنے والا ہے

اللہ پاک عظمت و جلال اور تمام تر صفاتِ کمالیہ کے ساتھ متصف ہے اور اپنی ذات کے ساتھ عرشِ معلی پر مُستوی ہے۔ ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزول کی کیفیت کیا ہے؟ اس کی ہم تشبیہہ نہیں دے سکتے۔ بلکہ ہم اس کی تمام صفات کو بعینہٖ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان حقائق میں کسی حقیقت کی تاویل نہیں کرتے۔

میں اِس کا تذکرہ ملتا ہے۔

۴۲

آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم سے اللہ تعالیٰ نے جو میثاق لیا وہ بھی برحق ہے۔

۴۳

اللہ تعالیٰ کو ازل سے ان لوگوں کا علم ہے جو جنّت میں جائیں گے اور اُن کا بھی جو جہنّم واصل ہوں گے اس میں نہ کسی کا اضافہ ہوگا اور نہ کمی ہوگی۔

۴۴

لوگوں کے وہ اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں جو انہوں نے مستقبل میں سرانجام دینے ہیں ہر آدمی کو وہی کام میسر آتا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ اعمال انجام کے اعتبار سے دیکھے جاتے ہیں۔ نیک بخت وہ ہے جس کے حق میں تقدیر ہو۔ اور بدبخت وہ ہے تقدیرِ الٰہی جس کے خلاف ہو۔

۴۵

تقدیر کی حقیقت ہی یہی ہے کہ یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اس سے نہ تو کوئی مقرب فرشتہ آگاہ ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل —— بلکہ تقدیر میں غور و فکر، پشیمانی، محرومی اور سرکشی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مسئلہ تقدیر میں غور و فکر سے مکمل اجتناب کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنی مخلوق سے سمیٹ لیا اور اس میں فکر کے گھوڑے دوڑانے سے روک دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا۔

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْأَلُوْنَ (الانبیاء:۲۳)

وہ جو کام کرتا ہے اس سے پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں) اسکی ان سے پرسش ہوگی

جس نے یہ پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے یہ کام کیوں کیا۔ اِس نے قرآنِ مجید کے حکم کو مسترد کیا اور جس نے اُس کے حکم کو مسترد کیا وہ زمرۂ کفار میں شامل ہوگیا۔

۴۶

منزل من اللہ شریعت کو اعتقاداً اور عملاً ان اولیاء اللہ نے تسلیم کیا۔

جن کے دل منور تھے۔ اور یہ مقام راسخین فی العلم کو نصیب ہوتا ہے۔ علم دو طرح کا ہے ایک علم مخلوق میں موجود ہے اور دوسرا علم مخلوق میں ناپید ہے۔ موجود علم کا انکار اور مفقود علم کا دعویٰ کفر ہے۔

علمِ موجود کے قبول کرنے اور علمِ مفقود کے ترک کرنے سے ایمان میں مضبوطی نصیب ہوتی ہے [1] [2]

۴۷

ہم لوح و قلم اور اُن تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جو تقدیر میں لکھ دی گئی ہیں۔ جس کا ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے وہ بہر صورت ہو کر رہے گی۔

اگر تمام مخلوق مل کر اس کو روکنے کی کوشش کرے وہ اس میں ناکام رہے گی۔ اگر اللہ نے کسی کام کا نہ ہونا مقدر کر دیا ہے۔ وہ قطعاً نہیں ہوگا۔

اگر تمام مخلوق اسے سرانجام دینا چاہے تو نتیجۃً ناکام رہے گی۔ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے لکھ دیا گیا ہے اور تقدیر کا فیصلہ مٹ نہیں سکتا۔ جس نے خطا کی اس کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ درست کام کرتا۔ اور جس نے درست کام کیا اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ خطا کرتا۔

۴۸

بندگانِ خدا کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جان لیں جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کے متعلق مستحکم اور نہ بدلنے والا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔ اس فیصلے کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے فیصلوں کو زائل کر سکتا۔ اور نہ ہی ان کو بدل سکتا ہے۔ نہ ان میں کمی کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ان میں اضافے کی استطاعت رکھتا ہے۔

ان حقائق کو تسلیم کرنا ایمان کی پختگی، معرفت کی بنیاد، توحیدِ باری تعالیٰ اور اس کی ربوبیت

---

[1] علمِ موجود: شریعت کا وہ علم جو کتاب الٰہی اور سنت رسول علیہ السلام میں موجود ہے

[2] علمِ مفقود: تقدیرِ الٰہی کا علم جسے اللہ تعالیٰ نے کائنات سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اسے اپنی مخلوق سے لپیٹ لیا ہے۔

کا اعتراف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ○

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا ایک انداز ٹھہرایا:۔ (الفرقان - ۲)

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا

اور خدا کا حکم مقدّر ہو چکا تھا:۔ (الاحزاب ۳۸)

ہلاکت ہے اس انسان کے لئے جو تقدیر الٰہی کے مسائل میں جھگڑالو بنا اور بیمار دل کے ساتھ تقدیر کے مسائل میں غور و خوض کرنے لگا۔ اپنے وہم و گمان کے مطابق غیب کی بحث و تمحیص میں چھپے ہوئے رازہائے خداوندی کو تلاش کرنے لگا۔ اور تقدیر کے مسائل کو بیان کرنے میں کذاب اور افترا پرداز بن گیا۔

۴۹

عرش الٰہی اور کرسی برحق ہیں۔

۵۰

ربِ ذُوالجلال والاکرام عرش اور اس سے کم تر تمام اشیاء سے بے نیاز ہے۔

۵۱

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ اور فوقیت رکھتا ہے اور اُس نے مخلوق کو اپنے احاطے سے عاجز کر دیا۔

۵۲

پورے ایمان، صدقِ دل اور تسلیم و رضا سے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور موسیٰ علیہ السلام کو کلیم کے درجے پر فائز کیا۔

۵۳

ہم ملائکہ، انبیاء علیہ السلام اور رسولوں پر نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام واضح حق پر تھے۔

۵۴

ہم اہلِ قبلہ کو اس وقت مسلمان و مومن سمجھتے ہیں جب تک وہ اس شریعت کے معترف رہیں جو رسول اکرم ﷺ لے کر آئے اور اس کے تمام اقوال و احادیث کو صدقِ دل سے تسلیم کرتے رہیں۔

۵۵

ہم ذات خدا میں غور و خوض نہیں کرتے اور نہ ہی دینِ الٰہی میں ایک جھگڑالو کا کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۶

ہم قرآن کے ظاہر اور معانی میں جھگڑا نہیں کرتے بلکہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ پروردگارِ عالم کا کلام ہے۔ جبریل علیہ السلام اسے لے کر نازل ہوتے اور سیّد المرسلین علیہ السلام کو یہ کلام سکھلایا، بلاشبہ یہ کلامِ الٰہی ہے۔ مخلوق کا کلام اِس کے مساوی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ہم کلامِ الٰہی کو مخلوق کہتے ہیں۔ ہم کسی بھی مسئلہ میں جماعت المسلمین کی مخالفت نہیں کرتے۔

۵۷

ہم اہلِ قبلہ کو کسی گناہ کی بنا پر کافر قرار نہیں دیتے تاوقتیکہ وہ اِس گناہ کو اعتقادی اعتبار سے جائز سمجھنے لگے۔

۵۸

اور نہ ہی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ گناہ مومن کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔

۵۹

ہم مومنین میں سے محسنین کے متعلق اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِن سے درگزر فرمائے گا اور انہیں اپنی رحمت سے جنّت میں داخل فرمائے گا۔ لیکن جنّت میں یقینی داخلے کی ہم گواہی نہیں دیتے۔ ہم ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ ہم اہلِ ایمان میں سے کسی کے جنّت میں داخلے سے متعلق ڈرتے ضرور ہیں لیکن مایوس نہیں۔

٦٠

بے خوفی اور نا اُمیدی کا اِسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اہل قبلہ کے لیے حق کا راستہ ان دونوں کے مابین ہے۔

٦١

بندۂ مومن دائرہ ایمان سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک کہ ان حقائق سے اِنکار نہ کر دے جن کی بنا پر ایمان میں داخل ہوا تھا۔

٦٢

ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب[۱] کا نام ہے۔

٦٣

شریعت میں پائے جانے والے رسول اللہ ﷺ کے تمام احکامات برحق ہیں

٦٤

ایمان ایک وحدت ہے۔ اور اہلِ ایمان اِس کی بنیاد میں برابر ہیں لیکن ایک دوسرے پر فضیلت خشیّتِ الٰہی۔ تقویٰ۔ خواہشات نفسانی کی مخالفت اور افضل حکم پہ پابندی سے عمل کرنے کی بنیاد پر نصیب ہوتی ہے۔

٦٥

تمام مومن اولیاء الرحمان ہیں۔ اِن میں تمام سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ فرمانبردار اور قرآن مجید کا تابع ہو۔

٦٦

اللہ تعالیٰ، ملائکہ، کتب سماویہ، رسول، یوم آخرت اور تقدیر الٰہی کے خیر و شر

---

[۱] ایمان اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کے مجموعے کا نام ہے۔ ایمان کی تکمیل کیلئے اِن مذکورہ تینوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اِن کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا ــــ اور احکام الٰہیہ پر پابندی کا عمل اور اسی ایمان میں نیت اور عمل کی بنیاد پر کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے۔

اور موافق و مخالف ہونے پر تہہ دِل سے یقین کا نام ایمان ہے[۱]

۶۷

ہم مذکورہ تمام حقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے بلکہ جو وہ پیغام لائے تھے۔ اس کی تہہ دِل سے تصدیق کرتے ہیں۔

۶۸

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ لیکن وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ بشرطیکہ موت کے وقت توحید کے قائل ہوں۔ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کرنے والے اور بحالتِ ایمان جان جانِ آفریں کے سپرد کرنے والے اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور حکم کے ماتحت ہوں گے۔ اگر وہ چاہے تو ان کو بخش دے۔ اور انہیں اپنے فضل و کرم سے معاف کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تذکرہ فرمایا

وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ۔

(شرک) کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے ؛ (النساء۔ ۴۸)

اگر وہ چاہے تو انہیں جہنم میں اپنے عدل و انصاف کے مطابق سزا دے۔ پھر انہیں اس سے اپنی رحمت اور اپنے نیک بندوں کی سفارش کی بنا پر نکال دے اور انہیں جنّت میں داخل کر دے یہ اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو دوست رکھتا ہے۔ اور انہیں ان منکرین کی طرح دنیا و آخرت میں ہمیشہ کیلئے رسوا نہیں کرے گا۔ جو منکرین ہدایتِ الٰہی سے خائب و خاسر رہے اور اس کی ولائت کو نہ پہنچ سکے۔

۶۹

ہم اہلِ قبلہ میں سے ہر نیک و فاجر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست سمجھتے ہیں اور اسی طرح ہر دو پر نماز جنازہ پڑھنا شرعاً جائز سمجھتے ہیں۔

---

[۱] ایمان تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے

۱ :۔ اقرار باللسان ۲ :۔ تصدیق بالقلب ۳ :۔ عمل بالجوارح

۷۰

ہم کسی فرد کو جنّتی یا جہنمی قرار نہیں دیتے اور نہ ہی کسی پر کُفر، شرک یا نفاق کا فتوے لگاتے ہیں۔ تاوقتیکہ ان چیزوں کا اس سے ظہور نہ ہو جائے۔ ہم ان کے رازہائے دروں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

۷۱

ہم اُمّتِ محمدیہ ﷺ میں سے کسی فرد پر تلوار چلانا جائز نہیں سمجھتے۔ مگر جس پر تلوار کا چلنا واجب ہو جائے۔

۷۲

ہم مسلمان حکمران کی بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی ہم انہیں بد دعا دیتے ہیں اور نہ ہی ان کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہیں۔ جب تک وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔ ہم ان کی اطاعت کو فرض سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کے لئے اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

۷۳

ہم سُنّت کی پیروی کرتے ہیں اور جماعتُ المسلمین سے علیحدگی ان کی مخالفت اور افتراق سے اجتناب کرتے ہیں۔

۷۴

ہم اہلِ عدل و امانت سے مُحبّت کرتے ہیں، ظالموں اور خیانت کا ارتکاب کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔

۷۵

علمِ دین میں سے اگر کوئی چیز ہم پر مشتبہ ہو جائے۔ تو ہم اس مقام پر یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۷۶

سُنّت کی تعلیمات کے مطابق سفر و حضر میں ہم موزوں پر مسح جائز سمجھتے ہیں۔

۷۷

مسلمانوں میں سے نیک و بد حکمرانوں کے ساتھ ساتھ حج اور جہاد بھی قیامت تک جاری رہیں گے۔ ان کو نہ تو کوئی چیز جھٹلا سکتی ہے اور نہ ہی انہیں ختم کر سکتی ہے۔

۷۸

ہم کراماً کاتبین کو بھی تسلیم کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا محافظ بنایا ہے۔

۷۹

ہم ملک[۱] الموت کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے روحوں کے قبض کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔

۸۰

ہم عذابِ قبر کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے جو اس کا اہل ہو۔ جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کرام سے ثابت ہے۔ ہم قبر میں منکر نکیر کے سوالات کو بھی برحق مانتے ہیں جو اللہ عزّوجل، دین اور رسول اکرم ﷺ کے متعلق کیے جائیں گے

۸۱

قبر جنّت کے گلستانوں میں سے ایک گلستان ہے یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

۸۲

ہم موت کے بعد دوبارہ اُٹھنے، قیامت کے روز اعمال کی جزا، حساب و کتاب اعمال نامے کی قرأت ثواب و عقاب، پُل صراط اور میزان جیسے حقائق کو تہہ دل سے تسلیم کرتے ہیں۔

۸۳

جنّت اور دوزخ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔ جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے

---

[۱] قرآنِ مجید میں ملک الموت کے الفاظ ہی مذکور ہیں۔ عام لوگوں میں عزرائیل کا لفظ مشہور ہے اِس کی کوئی بنیاد نہیں بلکہ یہ نام اسرائیلیات میں سے ہے۔

جنّت اور دوزخ کو انسان کے پیدا کرنے سے پہلے بنایا اور ان کا اہل بھی پیدا کیا۔ ان میں سے جسے چاہے گا اپنے فضل و کرم سے جنّت میں داخل کردے گا اور جسے چاہے گا اپنے عدل و انصاف کے ساتھ جہنم رسید کردے گا۔ ہر انسان وہی کام سرانجام دیتا ہے جس کے لیے اسے فارغ کردیا گیا ہو اور اس سے وہی کچھ ہوتا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہو۔

۸۴

خیر و شر بندگان خدا کا مقدر ہے۔

۸۵

وہ استطاعت جس سے عمل واجب ہو جاتا ہے۔ اس استطاعت کو دوسرے لفظوں میں توفیقِ ایزدی کہتے ہیں۔ اس سے مخلوق کو متصف نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔ اور وہ استطاعت جو صحت، وسعت، قدرت اور موافق اسباب کی صورت میں مہیہ ہوتی ہے۔ اس کا وجود عمل سے پہلے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد اسی سے متعلق ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (البقرۃ - ۲۸۶)

۸۶

بندگانِ خدا کے افعال اللہ کی مخلوق اور بندوں کا کسب ہیں۔

۸۷

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انہیں کاموں کا مکلف ٹھہرایا ہے جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں۔

لَاحول و لا قوّة الّا باللّٰه کا مفہوم بھی یہی ہے

ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کسی کا کوئی بس نہیں چلتا۔ نہ کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کوئی اس کی

نافرمانی سے بچ سکتا ہے۔ اور نہ ہی اِس کی توفیق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر گامزن ہو سکتا ہے۔

۸۸

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی منشا، اس کے علم اور قضا و قدرت سے جاری و ساری ہے۔ اس کی مشیّت سب کے ارادوں پر غالب ہے — جو وہ چاہتا ہے۔ کرتا ہے، وہ ذات کسی پر ظلم نہیں کرتی — وہ ہر قسم کے عیب اور ناگوار چیزوں سے پاک ہے

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ.

وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اسکی) پرسش ہوگی (الانبیاء-۲۳)

۸۹ بدبخت وہ ہے تقدیرا ب کے حق میں تقدیر ہو۔ اور

زندوں کا دعا کرنا اور صدقہ وخیرات کرنا مُردوں کے لئے نفع بخش ہے۔

۹۰

اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول اور حاجات کو پورا کرتا ہے۔

۹۱

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور وہ خود کسی کا مملوک نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ایک لحظہ بھی کوئی بے نیاز ہو گیا تو اس نے کفر کا اِرتکاب کیا اور وہ ہلاکت زدہ لوگوں میں شمار ہو گیا۔

۹۲

اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوتا ہے اور خوش بھی لیکن اُس کی ناراضی اور خوشی مخلوق جیسی نہیں ہوتی۔

۹۳

ہم اصحاب رسول علیہ السلام سے محبّت کرتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کی محبّت میں غلو نہیں کرتے۔ اور نہ ہی اِن میں سے کسی سے برات کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اُس سے بغض رکھتے ہیں۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بغض رکھتا ہے۔

ہم اس سے بھی بغض رکھتے ہیں جو ان کا اچھے انداز میں نام نہیں لیتا۔ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا تذکرہ انتہائی محبت بھرے انداز سے کرتے ہیں۔
صحابہؓ کی محبت دین، ایمان اور احسان کی علامت ہے اور ان سے بغض، کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔

۹۴

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خلیفہ مانتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اُمت میں افضل ترین ہستی تھے اِن کے بعد درجہ بدرجہ حضرت عمر بن خطابؓ کو دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں یہ خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ اُمت کے امام ہیں۔

۹۵

وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا اور انہیں جنت کی خوشخبری دی۔ ہم ان کے جنتی ہونے کی گواہی اس بنا پر دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اس کی گواہی دی۔ اور وہ دس صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ
حضرت سعد رضی اللہ عنہ
حضرت سعید رضی اللہ عنہ
حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (آپ کو امین ہذہ الامۃ کا لقب بھی دیا گیا)

۹۶

جس نے صحابہ کرام، رضی اللہ عنہم ازاواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی پاکیزہ اولاد کے متعلق اچھا تذکرہ کیا اور انہیں ہر قسم کی اخلاقی میل کچیل سے پاک سمجھا اس نے اپنے آپ کو نفاق سے بری کر لیا۔

۹۷

علمائے سلف اور بعد میں آنے والے اِن کے پیرو کار بلاشبہ خیر و بھلائی کے خوگر اور فکر و نظر کے حامل تھے۔ اِن کا تذکرہ بھی اچھے انداز میں ہونا چاہیئے۔ جس نے انہیں بُرے انداز میں یاد کیا وہ یقیناً راہِ راست پر نہیں ہے۔

۹۸

ہم کسی ولی کو کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایک نبی تمام اولیاء سے افضل ہے۔

۹۹

ہم اولیاء کرام کی کرامات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان سے مروی ثقہ روایات کو صحیح مانتے ہیں۔

۱۰۰

ہم علامات قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ مثلاً۔ دجّال کی آمد، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دابّۃ الارض کا اپنی جگہ سے نکلنا۔ اِن سب علامات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

۱۰۱

ہم کسی نجومی یا پامسٹ کو سچّا نہیں سمجھتے اور نہ ہی اسے سچّا مانتے ہیں جو کتاب و سُنّت اور اجماعِ اُمّت کے خلاف کوئی دعوےٰ کرے۔

۱۰۲

ہم الجماعۃ[1] کو حق اور درست جانتے ہیں۔ اور فرقہ بندی کو کجروی اور عذاب گردانتے ہیں۔

۱۰۳

اللہ کا دین ارض وسما میں صرف ایک ہی ہے اور وہ دینِ اسلام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (آل عمران - ۱۹) بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاَسْلَامَ دِیْناً ۔ (المائدہ - ۳) اور میں نے اسلام کو تمہارے لیے بطورِ دین پسند کرلیا۔

۱۰۴

یہ دین افراط وتفریط، تشبیہ وتعطیل جبر وقدر اور بے خوفی وناامیدی کے مابین ایک سیدھا راستہ ہے۔

۱۰۵

یہ ہمارا دین ہے اور ظاہر و باطن میں یہی ہمارا اعتقاد ہے، ہم ہر اس انسان سے بری ہیں جس نے ان باتوں کی مخالفت کی جن کا ہم نے اس کتاب میں تذکرہ کیا۔

---

[1] الجماعۃ: سے مراد جماعۃ المسلمین ہے اور اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ مطہرہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کو اپنائیں۔

هواتف مركز توعية الجاليات بالقصيم

م	الاسم	الهاتف
١	سنترال المركز	٣٢٤٨٩٨٠ - ٣٢٤٣١٠٠ - ٣٢٣١٤٠٥
٢	فاكس المركز	٣٢٤٥٤١٤
٣	هاتف المدير	٣٢٣٤٤٠٣ جوال المدير : ٠٥٥١٤٤٦٠٠
٤	هاتف النائب	٣٢٣٦٨١٦ جوال النائب : ٠٥٥١٤٤٣٠٠

فروع مركز توعية الجاليات بالقصيم

م	اسم الفرع	الهاتف	م	اسم الفرع	الهاتف
١	فرع الخبيب	٣٢٥٠١٤٢	١٠	فرع القوارة	
٢	فرع البدائع	٣٣٢١٣٦٢	١١	فرع الصفراء ببريدة	٣٨٢١٦٢٠
٣	فرع عيون الجواء	٣٩١١٣١٣	١٢	فرع قبة	
٤	فرع البصر	٣٨١٢٨٢٨	١٣	فرع قصيباء	٣٢٣٠١٦٨
٥	فرع الشماسية	٣٤٠١٩١١	١٤	فرع دخنة	٣٢٤٨١٠٥
٦	فرع الشيحية	٣٣٠٠٠٤٧	١٥	فرع ضرية	٣٦٤٩٦٣٣
٧	فرع رياض الخبراء	٣٣٤١٧٥٧	١٦	الفرع النسائي	٣٢٤٨٩٨٠
٨	فرع المذنب	٣٤٢٠٨١٥	١٧	فرع عقلة الصقور	٢٤٣٠٠١٩
٩	فرع الربيعية	٣٤٠١٠٠٨	١٨	فرع الوطنية	٣٩١١٢٠٤

مكتبات مركز توعية الجاليات بالقصيم

م	اسم المكتبة	الهاتف	م	اسم المكتبة	الهاتف
١	المكتبة المركزية بالخبيب	٣٢٥٠١٤٢	٤	مكتبة مطار القصيم	٣٨٠٠٠٠٦
٢	مكتبة أبا الدود	٣٤٥٠٧٠٥	٥	مكتبة البطين	٣٢٤٦٥٧٢
٣	مكتبة المنطقة الصناعية	٣٢٣٦٤١٢	٦	مكتبة الرضوان بالبصر	

NARJIS PRINTING PRESS

KINGDOM OF SAUDI ARABIA
FOREIGNERS GUIDANCE CENTER
IN GASSIM ZONE
Tel : 06 / 3248980 - 3243100 - 3231405 Fax: 06 / 3245414
P.O. Box : 142 BURAIDAH

[طبع على نفقة مركز توعية الجاليات بالقصيم عام ١٤١٨هـ - ١٩٩٨م]